حدیث

محمد اظہر مدنی

کسی کی پریشانی دور کرنا ثواب کا کام ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من نفس عن مسلم كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة، ومن يسر على معسر يسر الله عليه فى الدنيا والآخرة ، ومن ستر مسلما ستره الله فى الدنيا والآخرة، والله فى عون العبد ما كان العبد فى عون اخيه (اخرجه مسلم، بلوغ المرام من دلة الأحكام)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان کا دنیا کے مصائب میں سے کسی مصیبت کو دور کردیا اللہ تعالیٰ قیامت کے اس کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کردے گا اور جس نے کسی تنگ دست و پریشان کے لئے آسانی پیدا کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا وآخرت میں آسانی پیدا کردے گا اور جس نے کسی مسلمان کے عیب کی پردہ داری کو تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے عیب کی بھی پردہ داری کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کی مدد کرتا ہے جو بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

اس حدیث میں ایک دوسرے کے دکھ درد اور پریشانی کو دور کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت کے دن کسی کے دکھ درد کو دور کرنے کی بات ہو تو اس کی معنویت مزید بڑھ جاتی ہے کیوں کہ قیامت کے دن تو نفسی نفسی کا عالم ہوگا، ہر انسان اپنے اعمال کے حساب بارے میں فکرمند ہوگا۔ وہاں ہر کوئی کسی کی مدد کرنے سے قاصر وعاجز ہوگا۔ اور اپنی اپنی دیکھ کا یہ حال ہوگا کہ انسان اپنے سگے بھائی ورشتہ داروں سے دور بھاگے گا قرآن نے اس منظر کو اس طرح بیان کیا ہے: يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ (سورہ عبس: 37-34)

ترجمہ: ''اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر دامن گیر ہوگی جو اس کے لئے کافی ہوگی۔''

دنیاوی زندگی میں کئی طرح کی پریشانیاں ہوتی ہیں۔ آج شاید ہی کوئی ایسا انسان ہوگا جو کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہو کوئی کم ہے تو کوئی زیادہ۔ کوئی بیمار ہے۔ کوئی مقروض ہے۔ کسی کا روزگار نہیں چل رہا ہے، کوئی اپنے بچوں کی تعلیم کو لے کر فکرمند ہے، کسی کی تجارت برباد ہوگئی ہے۔ یہ سب زندگی کے مسائل میں شامل ہیں معاشرہ میں ایسے لوگوں کی تعداد کم نہیں ہیں۔ جو مالی وعلمی اعتبار سے خوش حال ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہے۔ ایسے حضرات پریشان حال لوگوں کی زیادہ سے زیادہ مدد کریں، تعلیم کے حصول میں مدد کریں، غریب بچوں کی تعلیمی کفالت کریں، غریب ومزدور اور ضرورت مند مریضوں کا مالی تعاون کریں جس ناحیہ سے پریشان ہے تو اس کی مدد کریں۔ اچھا مشورہ دینا بھی بہت بڑی مدد ہے۔ آس پاس دیکھتے رہئے کہ کس کی کس طرح سے مدد کی جاسکتی ہے۔ مدد کرتے رہیں۔ کئی عیب ایسے ہوتے ہیں جن کے ظاہر ہونے سے انسان کی نیک نامی مٹی میں مل جاتی ہے اگر کوئی عیب کو چھپاتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

مذکورہ حدیث میں ایسے لوگوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ جو لوگ اللہ کے بندوں کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی بھی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ایسے طریقے سے مدد کرتا ہے کہ وہ جس کا خیال وگمان بھی نہیں کرسکتا۔ یہ خیال رہے کہ تعاون نیک کاموں میں ہونا چاہیے برے کاموں میں نہیں۔ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورہ مائدہ:۲)

نیکی کا کام کرنے کا یہ موقع صرف دنیا میں ملے گا۔ جب قیامت قائم ہوجائے گی۔ حساب وکتاب کا وقت آجائے گا تو صرف حساب کا ہی مرحلہ باقی رہے گی۔ وہاں نہ سوچنے کا موقع ملے گا اور نہ ہی عمل کرنے کا موقع ملے گا۔ اس لئے بندے کو اپنی دنیاوی زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا چاہیے۔ کوتاہی اور سستی نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ نے جتنا موقع دیا ہے اس کا زیادہ سے زیادہ صحیح استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دین کے مطابق چلنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ وصلی اللہ علی النبی

☆☆☆

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی فضیلت	۷
یار غار رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ...	۹
نحوست و بدشگونی اسلام کی نظر میں	۱۲
سترہ کے احکام ومسائل	۱۶
دعوتِ اسلام	۲۳
مولانا ابوالکلام آزاد اور تحریک آزادی ہند	۲۶
مذاکرہ علمیہ- دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ (اشتہار)	۲۵
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۸
جماعتی خبریں	۳۰

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ و دیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاس

قرآن کریم سرچشمۂ ہدایت ہے۔ قرآن کا اعلان اور بیان ساری انسانیت کے لیے ہے، کسی خاص قوم، مذہب، دھرم اور ملک وملت کے لیے نہیں ۔ نہ صرف عربوں کے لیے ہے نہ عجمیوں کے لیے، نہ صرف کالے کے لیے ہے نہ گورے کے لیے، اور نہ محض تعلیم یافتہ کے لیے ہے اور نہ فقط ناخواندہ کے لیے ، بلکہ یہ بیان اور اعلان بلا استثناء ساری انسانیت کے لیے ہے۔ اس میں اقوام عالم کے احوال اور مآل وانجام ذکر کیے گئے ہیں اور ان قوموں کے عروج وزوال کی کہانیاں بیان ہوئی ہیں۔ ان کے قصے دراصل احسن القصص ہیں اور اس میں بعض بعض سے زیادہ عبرت وموعظت ، بیان احوال واقعی، مطول ومختصر اور معتبر و پراثر ہونے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مگر خصوصی طور پر بعض کو احسن القصص کہا گیا ہے کیوں کہ وہ متنوع وگوناگوں خصوصیات کے حامل ہیں اور اچنبھے اور تعجب میں ڈال دینے والے ہیں۔ جب کہ اکثر قصص واحکامات ایسے ہیں جو دل آویز ، دل پذیر، اثر آفریں اور معجز بیانی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اسی وجہ سے امتیازی اور خصوصی طور پر اسے احسن القصص کہا جاسکتا ہے جیسے سورۃ یوسف ہے۔ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا ہے۔ ’’نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ، وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ‘‘۔ (یوسف:۳) ’’ہم آپ کے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ہم نے آپ کی جانب یہ قرآن وحی کے ذریعے نازل کیا ہے اور یقیناً آپ اس سے پہلے بے خبروں میں سے تھے‘‘۔

قرآن کریم نے اقوام عالم کی سرگذشت بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے۔ ’’هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاس ‘‘۔ جو اس بات کا بیان واعلان ہے کہ قرآن پوری انسانیت کے لیے نور و روشنی، واضح اور دوٹوک تعلیم ، روشن شاہرہ اور واضح ہدایات وتعلیمات پر مبنی کتاب مقدس ہے۔ سارے انسانوں کی تمام ضرورتوں کا اس میں احاطہ ہے۔ دینی ، دنیوی اور اخروی تمام معاملات اور حاجات و ضروریات کا اس میں سامان ہے۔ اس میں مادی ومعنونی اور ہر طرح کی روحانی وجسمانی احتیاجات کے لیے واضح طور پر رہنمائی موجود ہے۔ کوئی انسان کسی بھی معاملے میں یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ ہماری عملی زندگی کے لیے اس میں واضح طور پر

تعلیم نہیں دی گئی ہے اور اس نے جینے کا سلیقہ اور طریقہ نہیں بتایا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ ”ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاس “ لیکن جب ہدایت اور توفیق اور نصیحت پذیری کی بات آئی تو فقط متقین کا ذکر آیا۔ ”ھٰـذَا بَیَـانٌ لِّـلـنَّـاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّـلْمُتَّقِيْن “ (آل عمران:۱۳۸) ”عام لوگوں کے لیے تو یہ (قرآن) بیان ہے اور پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ونصیحت ہے“ اور ”ذٰلِکَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ. الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْن. وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْکَ وَمَآ اُنْـزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْن“. (البقرۃ:۲-۴) ”اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں، پرہیز گاروں کو راہ دکھانے والی ہے“۔ جو تقویٰ، ایمانداری اور وفا شعاری کی صفات عالیہ سے متصف ہیں، غیب کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور دیگر کتب سماویہ پر ایمان لاتے ہیں انہی کے لیے قرآن کریم ہدایت کا سامان ہے اور وہی عبرت ونصیحت پکڑتے ہیں۔ اس لیے ہدایت اور فلاح و بہبود کی باتیں انہی کو راس آتی ہیں جن کے دل و دماغ اس ہدایت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوں اور موثر و دلپذیر نصیحت وموعظت فقط تقویٰ شعار دل ہی قبول کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ ایمان وتقویٰ کو وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جن کے دل حق اور ایمان کے لیے دھڑکتے ہیں اور جن کے ایام واوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت اور عمل صالح میں گزرتے ہیں۔ ”اِنَّ هٰـذَا الْـقُـرْاٰنَ يَهْـدِیْ لِـلَّتِـیْ هِیَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّـذِيْـنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا “ (الاسراء:۹) ”یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے“۔

یہ قرآن تمام انسانوں کے لیے جہالت وگمراہی کی شب تاریک میں نور ہدایت اور امراض قلوب کے لیے شفاء ہے۔ ”وَنُـنَـزِّلُ مِـنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّـلْمُؤْمِنِيْن وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا“ (الاسراء:۸۲) ”اور یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفاء اور رحمت ہے۔ مگر ظالموں کے لیے خسارے کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا“۔

”قُلْ هُـوَ لِـلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ“ وَ الَّـذِيْـنَ لَايُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْر “ وَّهُـوَعَـلَيْهِـمْ عَـمًى اُولٰٓئِکَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَا نٍ بَعِيْد“ (فصلت:۴۴) ”آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو ایمان والوں کے لیے ہدایت وشفاء ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو (بہرا پن اور) بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھاپن ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز جگہ سے پکارے جا رہے ہیں“۔

”یٰٓاَیُّهَا النَّاس قَد جَآ ئَتکُم مَّوْعِظَة“ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ“ لِّمَا فِی الصُّدُوْر وَهُدًى وَّرَحْمَة “ لِّلْمُؤْمِنِيْن. قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْيَفْرَحُوْاهُوَ خَيْر “ مِّمَّا يَجْمَعُوْن “ (یونس ۵۷-۵۸) ”اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفاء ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔ آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔ وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں“۔

قرآن کریم عام انسانوں کے لیے صرف خیر وسعادت کا اعلان و بیان ہی نہیں بلکہ ہدایت ورہنمائی کا سامان بھی ہے۔ اور حق و باطل کے درمیان فرق و امتیاز کرنے والا ہے۔ ”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَر يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰئكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْن “ (البقرہ:۱۸۵) ”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیے، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو“۔

قرآن کریم انسانی زندگی کے ہر موڑ پر صحیح صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ ”اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْکَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَايَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْل “ (الزمر:۴۱) ”آپ پر ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب لوگوں کے لیے نازل فرمائی ہے، پس جو شخص راہ راست پر آجائے اس کے اپنے لیے نفع ہے اور جو گمراہ ہو جائے اس کی گمراہی کا (وبال) اسی پر ہے، آپ ان کے ذمے دار نہیں“۔ وہ بنی نوع انسان کو ایک ماں باپ کی اولاد قرار دے کر ملک وسماج سے ذات پات اور رنگ ونسل کی تفریق مٹاتا ہے۔ اس کی نگاہ میں ہر انسان اصلاً معزز ومکرم ہے اور اس کی زندگی کا ایک عظیم مقصد ہے اور وہ ہے اللہ رب العزت کی عبادت وبندگی۔ ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن “ (الذاریات:۵۶) ”اور میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں“۔

اس کتاب کا مقصد نزول انسانی آبادی کو جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیر سے نکال کرعلم وہدایت کی شاہراہ پر گامزن کرنا ہے ،فرمایا۔''الٓــرٰ کِتٰــبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِبِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡد ''(ابراہیم:۱)''الرٰ ، یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں،ان کے پروردگار کے حکم سے،زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف''۔

نفاق جو کہ کسی بھی سماج اور معاشرہ کے لیے دیمک کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے منافقین کی صفات اور حال واحوال کو بڑی تفصیل سے بیان کر کے ان کی صحبت سے اجتناب کی تلقین فرمائی۔''ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡم ''(الجمعہ:۴)''یہ اللہ کا فضل ہے جسے اپنا فضل دے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے''۔

انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کی اور امانت داری کا حکم دیا۔''اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهۡلِهَا ''(النساء:۵۸)

کوئی بھی سماج یا معاشرہ ایک دوسرے کے تعاون کے بغیر زیادہ دن قائم نہیں رہ سکتا ہے۔ چنانچہ تعاون باہمی کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اس کی اخلاقیات اور حدود بیان فرمائی۔''وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَان وَاتَّقُوا اللّٰه اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَاب'' (المائدہ:۲)''نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے''۔خرید وفروخت میں ٹال مارنا اور وزن کم کرنا ایک بڑی سماجی برائی اور فساد فی الارض ہے۔چنانچہ اس پر قدغن لگائی۔''وَاَقِيۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تُخۡسِرُوا الۡمِيۡزَان ''(الرحمٰن:۹) ''اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو''۔

رشوت ستانی اور ناجائز منافع خوری کسی بھی ملک وملت کو تباہی کی دلدل میں دھکیل دیتی ہے۔قرآن کا بیان اس سلسلے میں عام ہے۔''وَلَا تَاۡكُلُوۡٓا اَمۡوَالَكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ وَتُدۡلُوۡا بِهَآ اِلَى الۡحُكَّامِ لِتَاۡكُلُوۡا فَرِيۡقًا مِّنۡ اَمۡوَالِ النَّاسِ بِالۡاِثۡمِ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡن ''(البقرہ:۱۸۸)''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، اور نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کرلیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو''۔

غیر مذاہب میں شادی بیاہ اور ازدواجی تعلقات سے سماج کے تانے بانے متاثر ہوتے ہیں اور ملک ومعاشرہ بدامنی وفساد کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور کئی طرح کے فتنے جنم لیتے ہیں۔احترام باہمی اور تعلق خاطر،قلب وجگر میں تبدیل ہوجاتا ہے جب دونوں کے مقدسات برباد اور شخصیات مجروح اور مذہبی بھید و بھاؤ جنم لیتا ہے اور یہ اس مقدس رشتے میں بھی دراڑ وشگاف اور نفاق وشقاق حتی کہ افتراق کا سبب بنتے ہیں۔ اس لیے اس پر سختی سے روک لگائی۔ ''وَلَاتَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِن وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكَةٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ وَ لَا تُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَتّٰى يُؤۡمِنُوۡا وَ لَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ اُولٰٓئِکَ يَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ وَ اللّٰهُ يَدۡعُوۡٓا اِلَى الۡجَنَّةِ وَ الۡمَغۡفِرَةِ بِاِذۡنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡن ''(البقرہ:۲۲۱)''اور شرک کرنے والی عورتوں سے تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں تم نکاح ہ کرو، اور ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے، گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، اور ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے، گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے، وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرمارہا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں''۔

شہادت زور سے بچنے پر زور دیا۔''وَلَاتَكۡتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنۡ يَّكۡتُمۡهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلۡبُهُ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ ''(البقرہ:۲۸۳)''اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپالے وہ گناہ گار دل والا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔''

اشاعت فحش کو گناہ عظیم قرار دینے کے ساتھ ساتھ ادنیٰ لہو ولعب سے بھی پرہیز کرنے کی تاکید کی۔'' وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡم وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِکَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ''(لقمن:٦)''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

والدین کے ساتھ حسن سلوک کو فرض قرار دیا۔اور دیگر حقوق العباد کو انجام دینے کی تلقین کی اور آداب مجلس وآداب معاشرت کو کھول کھول کر بیان کیا۔'' يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡر بُيُوۡتِكُمۡ حَتّٰى تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَتُسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَهۡلِهَا ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡن ''(النور:

۲۷)''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو، یہی تمہارے لیے سراسر بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو''۔ زبان کی حفاظت کو لازم قرار دیا اور کہا کہ کسی کے ساتھ بدتہذیبی اور بدکلامی سے پیش نہ آؤ۔ ''وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا'' (البقرہ:۸۳)''اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا''۔ ''وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَاب بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ''(الحجرات:۱۱)''اور نہ کسی کو برے لقب دو۔ ایمان کے بعد فسق برا نام ہے''۔

ہلڑ بازی کرنے اور اکڑ کر چلنے کو عیب قرار دیتے ہوئے میانہ روی کی تلقین کی ''وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ''(لقمن:۱۹)''اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز پست کر، یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے''۔ ''وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا''(بنی اسرائیل:۳۷)''زمین میں اکڑ کر نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے''۔

صفائی ستھرائی کے بغیر کوئی بھی سماج و معاشرہ صحت مند نہیں رہ سکتا ہے۔ اس لیے صفائی کا حکم دیا اور بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے۔ ''وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْن''(التوبہ:۱۰۸)''اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے''۔ قتل و غارت گری سے سماج و معاشرے میں خوف و دہشت کا ماحول قائم ہوتا ہے، انتقام کی آگ بڑی بڑی آبادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور یہ سلسلہ نسلا بعد نسل دراز ہوتا جاتا ہے۔ اس لیے اس کو حرام قرار دیا۔ ''وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ''(الانعام:۱۵۱)''جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ''۔

چونکہ سماج میں مختلف فرقوں اور دھرم کے لوگ رہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ آپس میں میل جول کے ساتھ نہ رہیں تو ہر روز کسی نہ کسی عنوان سے تنازعہ اور فساد برپا ہوگا اس لیے حکم ہوا کہ ابنائے وطن کے ساتھ رواداری برتیں اور حسن معاشرت اختیار کریں۔ ''لَا یَنْهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِم اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْن''۔(الممتحنہ:۸)''جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور منصفانہ (بھلے) برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔

غرضیکہ قرآن کریم نے انسانیت کی بقا اور حفاظت کے لیے نہ صرف اہم ہدایات دی ہیں اور اعلانات کیے ہیں بلکہ ان کے پرامن بقائے باہم کے لیے تدابیر بھی تجویز کی ہیں جن کو اختیار کر کے کوئی بھی سماج و معاشرہ پرامن، ترقی یافتہ، رفاہی اور باہم متعاون معاشرہ بن سکتا ہے۔ درحقیقت قرآن کریم ساری انسانیت کے لیے امن واخوت، رواداری اور پرامن بقائے باہم کا دائمی اعلامیہ ہے۔

قرآن کریم میں اقوام عالم کے قصص و حکایات ہوں یا ان کی اخلاقی و دینی تنزلی کے واقعات، یا اللہ جل شانہ کے اسماء حسنی و صفات علیا کا ذکر جمیل یا کامیاب معاشرت و معیشت سے متعلق جاری احکام و ہدایات ان سب کا اخلاقی پہلو بھی ہے۔ دراصل اللہ جل شانہ پر ایمان، اس کے اچھے اور سچے رسولوں پر ایمان اور آخرت میں جواب دہی کا ایقان یہ سب انسان کو اخلاق عالیہ پر فائز کرتے ہیں اور ہر طرح کی گراوٹ رذالت اور محرومی سے نجات دلاتے ہیں۔ دعوت اسلامی کے ابتدائی تیرہ سالوں میں دیگر احکام و مسائل اور شریعت کے بیان و توضیح کے بجائے صرف توحید وللہیت اور اخلاق و کردار پر زور دیا گیا اور ساری معاشرتی شخصی اور ملکی و ملی خرابیوں سے اجتناب شدید کے ساتھ خاندانی معاشرہ کو تباہ کر دینے والے تمام رذائل کا نام لے لے کر ان سے بچنے کی تلقین کی گئی دراصل معاشرے کی صالح بنیادوں پر تشکیل اور ملک و ملت کو تعمیر و ترقی سے ہمکنار کرنے کی ترکیب اور انسانیت کو اوج کمال پر پہنچانے کی تدبیر صرف اور صرف افراد کی تعمیر و تربیت اور تعلیم پر منحصر ہے۔ ورنہ دنیا کا بڑا سے بڑا انقلاب تختے تو پلٹ سکتا ہے اور ہنگامہ محشر تو برپا کر سکتا ہے مگر صالح تبدیلی نہیں لا سکتا بلکہ پہلے سے زیادہ فساد و بگاڑ اور ہلاکت و فلاکت کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ تو معلوم و متعین ہے کہ

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا وہ ناپائیدار ہوگا

اس لیے قوم و ملت اور انسانیت کو سب سے پہلے صالح اور مضبوط بنیادوں پر پروان چڑھانا چاہیے۔ پھر بتدریج قرآن کے آفاقی اور علمی معجزات و حقائق سے انسانیت کو فیضاب کرنے کا فریضہ انجام دینا چاہئے۔ ورنہ فلاسفہ قدیم و جدید کے انجام سے کون واقف نہیں کہ ڈور کو سلجھاتے رہے، زندگیاں تمام و تباہ ہوگئیں اور سرے کا نہ سراغ لگا سکے اور نہ پتہ اس کا پتہ لگ سکا۔ اور یوں

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

لہٰذا اس بلاغ مبین اور پیام انسانیت کو حرز جان بنانے اور اس کا فیض عام کرنے کے لئے ہر دوامت دعوت اور استجابت کو دل کے کانوں سے سن کر اور قلب و جگر میں وسعت کے ساتھ جگہ دے کر قول و کردار کے سانچے میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ ☆☆

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی فضیلت

مولانا عبید اللہ الباقی اسلم

شمع رسالت کے پروانے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں جماعت اہل حدیث کا منہج اور موقف سب سے زیادہ صاف اور واضح ہے مثلاً:

۱۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت مسلّم ہے۔

۲۔ان کے درجات متفاضل ہیں۔

۳۔ان سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے۔

۴۔ان کے لئے دعا کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔

۵۔ان کا ذکر خیر کیا جائے۔

۶۔ان کی رحمت ورافت کی گواہی دی جائے۔

۷۔ان کی بشری غلطیوں پر سکوت اختیار کیا جائے۔

۸۔ان کے آپسی اختلافات پر خاموشی اختیار کی جائے۔

۹۔ان کے ساتھ جو بغض رکھے ان سے بغض رکھا جائے۔

۱۰۔ان کے منہج اور طریقہ کار کی اتباع کی جائے۔

کیا واقعی سوال کرنے والوں کو یہ نہیں پتہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ ایسے لوگوں کو صحابہ کرام رضوان للہ علیہم اجمعین کے بارے میں کم سے کم اتنا معلوم ہونا چاہیے کہ:

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی محمد ﷺ کی صحبت کے لئے اختیار فرمایا اور اپنے دین کی سربلندی کے لئے منتخب کیا، چنانچہ انہوں نے شریعت کے ایک ایک حرف کی پاسداری کی، اسلام کی دعوت واشاعت کے لئے پرمشقت سفر کئے، اور تھوڑی ہی مدت میں اس عظیم پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی صحبت مبارکہ کے ساتھ انہیں دو بڑی عظیم نعمتوں سے بھی نوازا تھا۔

۱۔علم نافع ۲۔عمل صالح

اسی لئے ان کی بشری کمی کوتاہیوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (سورہ الفتح:۲۹)''اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کے لئے وسیع مغفرت اور بہت بڑا اجر وثواب ہے۔''

واضح رہے کہ علم نافع اور عمل صالح کا لازمی نتیجہ رحمت وہدایت ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ صفت بیان فرمائی ہے: اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ''کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں'' (سورۃ الفتح ۲۹) اور فرمایا: اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ''ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

یہ وہ مبارک جماعت ہے جو دنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ''بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے'' (صحیح البخاری: ح:۳۶۵۱) وصحیح مسلم: ح:۲۵۳۳)

اس مقدس جماعت کے اخلاق فاضلہ، آداب کاملہ اور معاملات طیبہ سے اللہ عزوجل راضی تھا، اسی لئے انہیں اس اجر عظیم کی خوشخبری سنائی ہے جس کے بعد کسی بھی کامیابی وسعادت مندی کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے: رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ:۱۰۰)''اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ کی یہ منتخب کردہ جماعت ایمان ویقین، رشد وہدایت، نیکی وصالحیت، رحمت ورافت اور اخلاص وللّٰہیت کے پیکر تھی، یہی وجہ ہے کہ ان کے منہج کو ذریعہ نجات بتایا گیا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم في النار، الا ملة واحدة قالوا: ومن هي يا رسول الله؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي ''اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سبھی جہنم میں جائیں گے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اور یہ کون سی جماعت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش دم پر ہوں گے'' (جامع الترمذی: ح:۲۶۴۱)

جبکہ ان کی مخالفت کرنے والوں کو سخت وعید سنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (سورۃ

النساء:۱۱۵) ''جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بھی رسول ﷺ کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے، جدھر وہ خود متوجہ ہو، اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں، اس امت کے سب سے صاف وشفاف دل والے ہیں، گہرے علم کے مالک ہیں، تکلف سے عاری ہیں، وہ ایسی جماعت ہے جسے اللہ نے اپنے نبی کی صحبت کے لئے اختیار فرمایا تھا، اور اپنے دین کی سربلندی کے لئے انتخاب کیا تھا لہٰذا ان کے حقوق وفضائل کو جانو، کیونکہ یہی لوگ راہ راست پر گامزن تھے'' (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/ ۹۷)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ ان سے محبت رکھی جائے، اور ان کا ذکر خیر کیا جائے، امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وحبهم دين وايمان واحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان** ان میں سے ہر فرد سے محبت رکھنا ایمان، دینداری اور اخلاص کی علامت ہے، اور ان میں سے کسی ایک سے بھی بغض رکھنا، کفر، منافقت اور سرکشی کی علامت ہے (العقیدۃ الطحاویۃ (ضمن المتون العلمیۃ:ص:۱۶۰)

اس کے برعکس جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض وعناد رکھتے ہیں، انہیں ہدف تنقید بناتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، سب وشتم نکالتے ہیں، اور کسی بھی شکل میں کفر یا نفاق کا طعنہ دے کر تکلیف پہنچاتے ہیں، یہ بڑا ہی مذموم اور مجرمانہ عمل ہے، جو دراصل خارجیت، رافضیت، اور ناصبیت کا پروردہ ہے، جس سے کسی بھی حقیقی اور سچے مسلمان کا واسطہ نہیں ہوسکتا ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہل سنت والجماعت کے بارے میں فرماتے ہیں: **ويتبرؤن من طريقة الروافض الذين يبغضون الصحابة ويسبونهم، وطريقة النواصب الذين يؤذون أهل البيت بقول أو عمل** ''اور وہ رافضیوں کے طریقے سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں برا بھلا کہتے ہیں، اور اسی طرح ناصبیوں کے طریقے سے بھی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جو اہل بیت کو (اپنے) قول یا عمل سے تکلیف پہنچاتے ہیں'' (العقیدۃ الواسطیۃ (ضمن المتون العلمیہ) ص:۶۳)

یہ بڑا عظیم گناہ اور نہایت خطیر فتنہ ہے، جس سے دین وایمان پر سوالیہ نشان لگ سکتا ہے، اور اس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے جو دو اصولوں پر مبنی ہے:

(۱) سلامتِ قلب (۲) سلامتِ لسان

ان دونوں اصولوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح سے بیان فرمایا ہے: **وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ**'' (سورۃ الحشر:۱۰) اور (ان کے لئے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے، اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں، اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بے شک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ کا پہلا حصہ **يقولون ربنا.... سبقونا بالايمان** ''سلامت لسان'' پر دلالت کرتا ہے۔

جبکہ اس کا دوسرا حصہ **ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انک روف رحيم** ''سلامت قلب' پر دلالت کرتا ہے۔

یہ مؤمنوں کی بڑی عظیم صفت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تئیں ان کے دل بغض وعناد سے پاک اور ان کی زبان لعن وطعن، اور سب وشتم سے سالم رہتی ہیں، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے: ''**ومن أصول أهل السنة والجماعة سلامة قلوبهم وألسنتهم لأصحاب محمد ﷺ** (ص:۱۵۷)'' اہل سنت والجماعت کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تئیں دلوں کو (بغض وعناد سے) پاک رکھا جائے، جبکہ زبان کو (ہر تکلیف دہ بات سے) محفوظ رکھا جائے (العقیدۃ الواسطیۃ (ضمن المتون العلمیۃ ص:۱۵۷)

رواں سال کے ماہ محرم کے اوائل میں سوشل میڈیا اور مختلف مجلسوں سے جس طرح تقدس کو پامال کیا گیا، وہ نہایت افسوسناک امر ہے، جن لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے نازیبا الفاظ استعمال کیا ہے، یا ان کی عدالت کو مجروح کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، وہ قیامت کی صبح تک کسی ایک بھی صحابی رسول ﷺ کے پیروں کی دھول کے برابر بھی نہیں ہوسکتے ہیں: **لا تسبوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مدا أحدهم ولا نصيفه** میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو، اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کرڈالے، پھر بھی ان کے ایک مدغلہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا، اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر پہنچ سکتا ہے۔'' (صحیح البخاری ح:۳۶۷۳) وصحیح مسلم ح:۲۵۴۱)

بدنصیب ہے وہ شخص جو ان پاکیزہ شخصیات پر کیچڑ اچھالے، ان کی عدالت کو مجروح کرے، ان کی ایمانداری پر شک کرے، ان کی امانت داری پر تہمت لگائے، ان کی منقبت پر سیندھ لگائے، اور ان کی پاکیزگی کو متعفن کرنے کی بیہودہ کوشش کرے۔

ایسے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد رہے: **من سب أصحابي، فعليه لعنة الله، والملائكة، والناس أجمعين** ''جو میرے اصحاب کو برا بھلا کہے گا اس پر اللہ، فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، (معجم الطبرانی ح:۱۲۷۰۹) وسلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (ح:۲۳۴۰)

(بقیہ صفحہ ۲۲ پر)

آصف تنویر تیمی، استاذ جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار

یار غار رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چند نمایاں امتیازات وخصوصیات

صحابہ اور صحابیات میں علی الاطلاق جو مقام ومرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل رہا وہ کسی اور کو حاصل نہ ہوسکا۔ آپ کے امتیازات وخصوصیات اس قابل ہیں کہ ان کا بار بار تذکرہ کیا جائے۔ کتاب وسنت میں بھی آپ کے اوصاف وکمالات مذکورہ ہیں، جو قیامت تک مسلمانوں کو روشنی کا کام دیتے رہیں گے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی ایک مومن کامل کی زندگی کی اعلی مثال ہے۔ اگر کوئی عبادت الہی اور اطاعت رسول کی چوٹی پر پہنچنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی بہتر نمونہ ہے۔ بحیثیت ایک امتی نیکی اور ثواب کے معاملے میں کوئی شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ذیل میں آپ کی زندگی کے چند اہم گوشے پر بالاختصار روشنی ڈالی جارہی ہے، اس امید اور یقین کے ساتھ کہ قارئین ان سطور سے علمی اور عملی طور پر استفادہ کریں گے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ۲۹، تاریخ الخلفاء الراشدین، للدکتور محمد بن ابراہیم اباالخیل، ص ۲۳)

نام ونسب: مورخین نے آپ کا نام ونسب اس طرح ذکر کیا ہے: عبداللہ بن ابو قحافہ (عثمان) بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب۔ آپ کا نسب ''مرہ بن کعب'' پر جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ بعض سیرت نگاروں کا ماننا ہے کہ اسلام لانے سے قبل آپ کا نام ''عبدالکعبہ'' تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عبداللہ'' سے تبدیل کردیا۔

ولادت اور نشو ونما: آپ کی ولادت با سعادت عام الفیل کے دوسرے یا تیسرے سال ہوئی۔ آپ عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈھائی سال چھوٹے تھے۔ مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما ہوئی۔ بڑے ہونے کے بعد کپڑے کے کاروبار سے منسلک ہوگئے۔ اسلام لانے سے پہلے بڑی ملکیت کے مالک تھے۔ چالیس ہزار دینار کا بڑا سرمایہ آپ کو حاصل تھا۔ اپنے زمانے میں آپ نسب (رشتوں) کے سب سے بڑے عالم تھے۔ خاص طور سے انساب قریش کی باریکیوں سے آپ پورے طور پر واقفیت رکھتے تھے۔ اپنی قوم کے آپ محبوب نظر تھے۔ لوگ قدر ومنزلت کی نگاہ سے آپ کو دیکھتے تھے۔

اولاد اور بیویاں: اللہ نے آپ کو چار بیویوں سے چھ اولاد دی تھیں۔ تین بیٹے اور تین بیٹیاں۔ آپ کی پہلی بیوی کا نام قتیلہ بنت عبدالعزی تھا جس سے دو بچے عبد اللہ اور اسماء ہوئیں۔ دوسری بیوی کا نام ام رومان دعد بنت عامر تھا جس کے بطن سے عبدالرحمن اور عائشہ پیدا ہوئیں۔ تیسری بیوی کا نام اسماء بنت عمیس تھا جس سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے اور چوتھی بیوی کا نام حبیبہ بن خارجہ بن زید تھا اور ان سے ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

اسلام اور دعوت: ابوبکر رضی اللہ عنہ ان چند خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بالکل شروع میں اسلام قبول کیا۔ بلکہ آپ نے بالغ مردوں میں سب سے پہلے کلمہ پڑھا۔ ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالی نے تمہاری طرف مبعوث کیا تو تم نے مجھے جھٹلایا لیکن ابوبکر نے میری تصدیق کی''۔ (صحیح بخاری) اس حدیث سے اہل علم نے یہ استدلال کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلا کسی تردد اور شک کے اسلام قبول کیا۔ ایک بار عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا تو آپ نے کہا: ابوبکر صدیقؓ نے اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر سے استدلال کیا۔

اسلام لانے کے بعد سے اسلام اور مسلمانوں کے سپاہی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست راست بنے رہے۔ صحابہ نے سب سے زیادہ جن کا اسم گرامی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں ہوتا تھا وہ آپ ہی تھے۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، آتے جاتے ہر مقام پر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل ودماغ میں رہتے تھے۔ دعوت وعزیمت کی راہ میں کبھی آپ پیچھے نہیں رہے۔ اپنے مال اور جان سے سب سے زیادہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی مدد فرمائی۔ عہد مکی ہو یا عہد مدنی ہر جگہ آپ کی خدمات نمایاں نظر آتی ہیں۔ آپ کی دعوت سے بڑے بڑے صحابہ کرام حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبیداللہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف، عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ بن جراح، ابوسلمہ بن عبدالاسد، ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم یہ سارے بزرگ صحابہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ ان صحابہ کرام کے اسلام سے مسلمانوں کو جو تقویت حاصل ہوئی انہیں لفظوں میں بیان کر پانا مشکل ہے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ ان جیالوں نے

اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے اپنی زندگی لگادی، مشکل سے مشکل وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹے اور جمے رہے۔

فضائل ومناقب: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب سے متعلق بہت ساری آیات واحادیث موجود ہیں ان سے چند کے ترجمے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

آیات: (۱) اللہ تعالی نے فرمایا: ''اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہوگا۔ جو پاکی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال دیتا ہے۔ اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جارہا ہو۔ بلکہ صرف اپنے بزرگ وبلند پروردگار کی رضا چاہنے کے لئے۔ اور یقیناً وہ (اللہ بھی) عنقریب رضا مند ہوجائے گا''۔ (اللیل: ۱۷-۲۱) امام ابن الجوزی کہتے ہیں: ''مفسرین کا اجماع ہے کہ ان آیات سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس بات کی صراحت ہے کہ ابوبکر ساری امت سے متقی ہیں، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ سب سے افضل ہیں''۔

(۲) اللہ تعالی نے فرمایا: ''اگر تم ان (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت جبکہ انہیں کافروں نے (دیس سے) نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست کردی اور بلند وعزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے، اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے''۔ (التوبہ: ۴۰) تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ آیت میں مذکور ''الصاحب'' سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۳) اللہ تعالی نے فرمایا: ''اور جو سچے دین کو لائے اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پارسا ہیں''۔ (الزمر: ۳۳) اس آیت میں مذکور ''الصدق'' سے مراد پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سچا دین لے کر آئے۔ بعض کے نزدیک یہ عام ہے اور اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جو توحید کی دعوت دیتا اور اللہ کی شریعت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ ایسے ہی آیت میں مذکور ''صدق'' سے مراد بعض مفسرین کے یہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے۔ بعض نے اسے بھی عام رکھا ہے، جس میں سب مومن شامل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ کو سچا مانتے ہیں۔ (احسن البیان: ص ۱۲۸۳)

احادیث: (۱) عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غزوہ السلاسل کے لئے بھیجا (عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ) پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ محبت آپ کو کس سے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے میں نے پوچھا، اور مردوں میں؟ فرمایا کہ اس کے باپ سے، میں نے پوچھا، اس کے بعد؟ فرمایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے۔ اس طرح آپ نے کئی آدمیوں کے نام لئے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۶۲)

(۲) محمد بن حنفیہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد (علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل صحابی کون ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نے پوچھا پھر کون ہیں؟ انہوں نے بتلایا، اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ اب (پھر میں نے پوچھا کہ اس کے بعد؟ تو) کہہ دیں گے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اس لئے میں نے خود کہا، اس کے بعد آپ ہیں؟ یہ سن کر وہ بولے میں تو صرف عام مسلمانوں کی جماعت کا ایک شخص ہوں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۷۱)

علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کہتے ہیں، پھر ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو جیسے جمہور اہل سنت کا قول ہے۔

(۳) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی صحبت اور اپنی دولت کے ذریعہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن (جانی دوستی تو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ہوسکتی) اس کے بدلہ میں اسلام کی برادری اور دوستی کافی ہے۔ مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کردیئے جائیں''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۷۵۶۳)

(۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کا ہمارے اوپر کوئی ایسا احسان نہیں جسے میں نے چکا نہ دیا ہو سوائے ابوبکر کے، کیوں کہ ان کا ہمارے اوپر اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن انہیں اللہ ہی دے گا، کسی کے مال سے کبھی بھی مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچا جتنا مجھے ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے، اگر میں کسی کو خلیل (دوست) بنانے والا ہوتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیل بناتا، سن لو تمہارا یہ ساتھی (یعنی خود) اللہ کا خلیل ہے''۔ (جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۳۹۵۶، علامہ البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)

(۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازے سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو زکوۃ ادا کرنے والا ہوگا اسے زکوۃ کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ پوچھا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازہ) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی انہیں میں سے ہوں گے''۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۶۳۷)اس حدیث سے جہاں اور بہت سی باتیں معلوم ہوئیں وہاں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اعلی درجہ کا جنتی قرار دیا ہے۔تف ان لوگوں پر جو اسلام کے اس مایہ ناز فرزند کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

(۶) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غار ثور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔میں نے کافروں کے پاؤں دیکھے (جو ہمارے سر پر کھڑے ہوئے تھے) صدیق رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور بولے یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے ذرا بھی قدم اٹھائے تو وہ ہم کو دیکھ لے گا۔آپ نے فرمایا تو کیا سمجھتا ہے ان دو آدمیوں کو (کوئی نقصان پہنچا سکے گا) جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو''۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۶۶۳)

(۷) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے زیادہ میری امت پر رحم کرنے والے ابوبکر ہیں اور اللہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں۔اور سب سے زیادہ سچی حیا والے عثمان بن عفان ہیں، اور حلال وحرام کے سب سے بڑے جانکار معاذ بن جبل ہیں، اور فرائض (میراث) کے سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں، اور سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں، اور ہر امت میں ایک امین ہوتا اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں''۔(جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۳۷۹۰، علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

(۸) انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ،ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر احد پہاڑ پر چڑھے تو احد کانپ اٹھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احد: قرار پکڑ کر تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں''۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۷۵) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق بے شمار احادیث ہیں لیکن انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

خلافت سے متعلق چند دلائل:

(۱) امام ابن الجوزی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی چند انفرادیت سے متعلق کہتے ہیں:''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ابوبکرؓ نے فتوی دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں اپنے مصلی پر کھڑا کیا۔(التبصر ۱/۴۰۰)

(۲) ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ نے اسے بعد میں آنے کے لئے کہا تو اس نے کہا اگر میں آئی اور آپ کو نہیں پایا تو میں کہا جاؤں گی تو آپؐ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا حکم دیا۔(متفق علیہ)

(۳) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مرض الموت میں آپ نے مجھ سے کہا کہ اپنے والد اور بھائی کو بلاؤ، تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں، مجھے ڈر ہے کہ کچھ لالچی قسم کے لوگ پیدا ہو جائیں گے، اور کہنے والا کہے گا کہ میں زیادہ حقدار ہوں حالانکہ اللہ اور تمام مومنین ابوبکر کے ساتھ ہیں۔(متفق علیہ)

(۴) ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھا تو آپ نے کہا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کے کمزوری دل کی شکایت بھی کہ وہ جب آپ کے مصلی پر کھڑے ہوں گے تو ضبط نہیں کر پائیں گے تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھانے کا حکم صادر فرمایا۔(متفق علیہ)

(۵) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، کسی قسم کا عذر انہیں لاحق نہیں تھا، بیمار بھی نہیں تھے، بلکہ انہوں نے صاف صاف کہا کہ ہم اپنے دنیاوی معاملات میں اس سے راضی ہوگئے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اخروی معاملات کے لئے راضی ہوئے۔(تاریخ ابن عساکر) مذکورہ تمام شواہد سے طشت از بام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لائق تھے۔

آپ کے فضائل سے متعلق سلف صالحین کے اقوال، آپ کے خصائص، آپ کی بہادری، آپ کا زہد وورع، آپ کا تواضع، آپ کی بلند ہمتی، آپ کا انفاق فی سبیل اللہ، آپ کی دینی، سیاسی، سماجی اور رفاہی خدمات تاریخ وسیرت کی کتابوں کی زینت ہیں، فتنے کے اس زمانے میں ان سنہرے اوراق کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ ہمارے اندر جوش وخروش پیدا ہو سکے۔

☆☆☆

نحوست وبدشگونی اسلام کی نظر میں

ابومعاویہ شارب بن شاکر السلفی، بہار

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم،امابعد:

محترم قارئین!! دین اسلام ایک پاکیزہ دین ہے اور یہ دین ہر طرح کے نقص وعیب سے پاک وصاف ہے، یہی وہ دین ہے جو تمام بنی نوع انسانیت کو سیدھا راستہ سکھاتی ہے، اس روئے زمین پر دین اسلام ہی ایک ایسا واحد دین ہے جس کے اندر کسی بھی قسم کی خرافات وبدعقیدگی اور توہمات کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس دین اسلام کے تمام احکام ومعاملات حقیت پر مبنی اور عین فطرت انسانی کے موافق ہے یہی وجہ ہے کہ اس دین اسلام نے ساری بنی نوع انسانیت کے دنیوی واخروی فلاح وبہبود کے لئے ان تمام چیزوں کو واضح کردیا ہے جو اس کے لئے اچھا اور نفع کا سبب بن سکتا ہے اور ساتھ میں اس دین نے ان تمام مسائل کو بھی واضح کردیا ہے جو ایک انسان کے لئے دنیا وآخرت میں نقصان کا سبب بن سکتا ہے، مگر افسوس صد افسوس آج اس دین کے ماننے والوں نے اپنے دین کی اعلی وپاکیزہ تعلیمات کو پس پشت ڈال کر توہمات وخرافات کو گلے لگالیا ہے اور بقول علامہ اقبال:

حقیقت خرافات میں کھو گئی

یہ امت روایات میں کھوگئی

آج امت مسلمہ طرح طرح کے رسم ورواج میں جکڑ چکی ہے اور آج مسلم قوم نے غیروں کی نقل اتارتے ہوئے ان ہی کے عقائد ونظریات کو اختیار کرلیا ہے، اب دیکھئے کہ غیرقوم کے اندر ایک عقیدہ پایا جاتا ہے کہ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں مہینہ، فلاں چیز منحوس ہوتی ہے، اگر ان وقتوں میں کوئی کچھ کرے گا تو نقصان اٹھائے گا اور فلاں وقت میں کرے گا تو فائدہ اٹھائے گا، یہی وجہ ہے کہ غیرقوم کے اندر نحوست وبدشگونی کو ایک خاص مقام حاصل ہے جس کے بناپر وہ قوم اپنی شادی بیاہ کے رسم ورواج ودیگر تقریبات کو اسی حساب سے انجام دیتی ہے، اب چونکہ مسلم قوم انہیں کے درمیان رہتی ہے اسی لیے مسلم قوم نے بھی انہیں کے طور وطریقوں اور انہیں کے عقائد ونظریات کو اپنا لیا ہے اور اپنے بعض معاملات ٹھیک ویسے ہی انجام دیتی ہے جیسے کہ ایک غیر قوم انجام دیتی ہے، جس طرح وہ قوم کچھ دنوں اور مہینوں اور وقتوں کو منحوس سمجھتی ہے ٹھیک اسی طرح سے مسلم قوم بھی کچھ مہینوں اور وقتوں کو منحوس سمجھتی ہے، اور جس طرح وہ قوم کچھ وقتوں اور لمحوں اور مہینوں کو بابرکت سمجھتی ہے ٹھیک ویسے ہی مسلم قوم بھی عقیدہ رکھتی ہے جب کہ ایسا سوچنا اور سمجھنا اور ایسا عقیدہ رکھنا یہ شرک ہے اور اگر کوئی کسی دن یا پھر کسی مہینہ کو برا سمجھتا ہے تو ایسا انسان اپنے رب کو گالی دیتا ہے۔نعوذ باللہ۔۔جیسا کہ حدیث قدسی کے اندر فرمان مصطفیﷺ ہے، اللہ کہتا ہے کہ " يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ" انسان مجھے تکلیف دیتا ہے وہ اس طرح سے کہ وہ زمانے کو برا بھلا کہتا ہے، حالانکہ میں ہی تو زمانہ ہوں، سارے معاملات کی کنجیاں تو میرے ہاتھ میں ہی ہے اور رات ودن کو تو میں ہی لاتا ہوں اور لے جاتا ہوں۔(بخاری:4826،مسلم:2246)

برادران اسلام! آیئے سب سے پہلے ہم یہ جانتے ہیں کہ بدشگونی کسے کہتے ہیں؟ بدشگونی کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ کسی بھی دن، وقت، مہینہ یا سال، چیز یا جگہ کو اپنے حق میں برا سمجھنا اور کوئی بھی کام کرنے سے رک جانا جیسے کہ محرم وصفر کے مہینے میں شادی بیاہ نہ کرنا وغیرہ اور قرآن وحدیث کے مطالعے سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بدفالی وبدشگونی لینا یہ ہر دور میں کفار ومشرکین کا شیوہ اور وطیرہ رہا ہے جیسا کہ سورہ یس کے اندر اللہ رب العالمین نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جب اللہ رب العزت نے انطاکیہ بستی کے اندر اپنے کئی رسول بھیجے تو ان گاؤں والوں نے یہ کہا کہ " إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ " ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔(یس:17) اسی طرح سے قوم ثمود نے بھی بدشگونی لیتے ہوئے حضرت صالح علیہ الصلاۃ والسلام سے کہا کہ " قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ " کہ اے صالح ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں۔(النمل:47) اسی طرح سے قرآن میں یہ بھی بیان موجود ہے کہ بدشگونی لینا اور بدشگونی کا عقیدہ رکھنا یہ فرعونیوں کا کام تھا جیسا کہ اللہ رب العزت نے بیان فرمایا کہ " فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَى وَمَنْ مَعَهُ " کہ جب فرعونیوں پر خوشحالی آجاتی تو یہ کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہیے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسی علیہ الصلاۃ والسلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔(الاعراف:131) اسی طرح سے قرآن ہمیں یہ بھی خبر دیتا ہے کہ نحوست وبدشگونی کا عقیدہ رکھنا یہ منافقین لوگوں کا بھی کام تھا جیسا کہ رب العزت نے بیان فرمایا" وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ " اور اگر انہیں کوئی بھلائی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ تیری طرف سے ہے، اللہ نے کہا کہ اے اللہ کے نبیﷺ آپ کہہ

دیجئے "قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" کہ یہ سب کچھ اللہ تعالی کی طرف سے ہے " فَمَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا " انہیں کیا ہوگیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی قریب نہیں۔(النساء:78)اسی طرح سے مشرکین مکہ بھی اپنے بتوں کے سامنے میں تیروں پر ہاں یا نہ لکھ کر رکھ دیتے تھے اور پھر اسی کے ذریعے بدشگونی وبدفالی لیتے یا پھر پرندوں کو اڑا کر بدشگونی وبدفالی لیتے تھے۔

نحوست وبدشگونی لینا یہ ہمیشہ سے کفارومشرکین ومنافقین کا کام رہا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو اس سے بہت سختی سے روکا ہے اور بدشگونی لینے والوں کو ڈراتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ " لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ" جو بدشگونی لے یا پھر جس کے لئے بدشگونی لی جائے، جو کہانت کرے یا جس کے لئے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا جس کے لئے جادو کرائی جائے اس طرح کے جتنے بھی لوگ ہیں وہ سب ہم میں سے نہیں ہیں۔(الصحیحۃ:2195) بدشگونی وبدفالی کا عقیدہ رکھنے کو شرک قرار دیتے ہوئے تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہ بات دہرائی کہ " اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ" بدفالی وبدشگونی لینا شرک ہے۔(ابوداؤد:3910،اسنادہ صحیح)اگر کوئی بدشگونی لیتے ہوئے کسی کام سے رک جاتا ہے تو یہ بھی شرک ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا" مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ فَقَدْ أَشْرَكَ " جو بھی انسان بدفالی وبدشگونی لیتے ہوئے کسی کام سے رک گیا تو اس نے شرک کیا۔(صحیح الجامع للألبانیؒ:6264،الصحیحۃ:1065)بدشگونی کا ایک سب سے بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ بدشگونی لینے والا اگر جنت میں گیا تو بھی اسے جنت میں اعلی درجے نہیں ملیں گے۔اللہ کی پناہ۔جیسا کہ ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ حبیب کائنات ﷺ نے فرمایا کہ " لَنْ يَلِجَ الدَّرَجَاتِ الْعُلَى مَنْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ أَوْ رَجَعَ مِنْ سَفَرٍ تَطَيُّرًا " کہ جس نے کہانت کی یا پھر جس کے لئے کہانت کی گئی اور جو انسان بدشگونی لیتے ہوئے سفر سے واپس ہوگیا تو وہ جنت میں اعلی درجات تک رسائی کبھی بھی حاصل نہیں کرسکتا ہے۔(الصحیحۃ:2161،صحیح الجامع للألبانیؒ:5226)

میرے دوستو!بدشگونی لینا جہاں شرک اور دین وایمان کے لئے خطرہ ہے وہیں پر بدشگونی نہ لینے والوں کی بہت بڑی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے کہ ایسے لوگ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے جو بدشگونی نہیں لیتے ہیں جیسا کہ عمران بن حصین اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا " يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ " کہ میری امت میں سے ستر/70 ہزار ایسے لوگ بھی ہوں گے جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے،صحابۂ کرام نے کہا کہ " مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ "اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون لوگ ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ " هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ " یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے تھے اور نہ ہی بدشگونی لیتے تھے اور نہ ہی آگ سے داغ لگواتے تھے بلکہ ہرحال میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے تھے۔(مسلم:372،بخاری:6472)

برادران اسلام!نحوست وبدشگونی کے بارے میں اتنے واضح احکام ہونے کے باوجود بھی آج مسلم سماج میں نحوست وبدشگونی درآئی ہے،جس طرح سے کفارومشرکین کچھ لمحات واوقات کو اچھا اور برا سمجھتے ہیں ٹھیک اسی طرح سے آج کچھ کلمہ گو مسلمان بھی سمجھ رہا ہے،اب دیکھئے کہ محرم وصفر کے مہینے کو مسلم قوم منحوس سمجھتی ہے اوران مہینوں کے اندر کسی بھی طرح کے خوشی کے کام کو انجام دینا پسند نہیں کرتی ہے بلکہ صفر کے ابتدائی ایام کو تو مسلمانوں نے تیرہ تیزی کا نام ہی دے دیا ہے کہ صفر کی شروعات کے تیرہ دنوں میں کچھ زیادہ ہی آفتیں وبلائیں نازل ہوتی ہیں جب کہ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا بھی مشرکین مکہ کی عادت تھی،دراصل مشرکین مکہ کی عادت یہ تھی کہ وہ حرمت والے تین مہینے ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے مہینوں میں جنگ وجدال سے اپنے آپ کو دور رکھتے اور جیسے ہی صفر کا مہینہ شروع ہوتا یہ لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل جاتے اور جنگ وجدال میں مصروف ہوجاتے،اس طرح سے اس مہینے میں جنگ وجدال کی وجہ سے عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوجاتے اور کئی گھر ویران وتباہ وبرباد ہوجاتے جس کی وجہ سے عربوں میں یہ مہینہ منحوس سمجھا جانے لگا حالانکہ اگر بغور دیکھا جائے تو منحوسیت ان کے عادات واطوار میں تھی نہ کہ صفر کے مہینے میں مگر انہوں نے صفر کے مہینے کو ہی منحوس سمجھنا شروع کردیا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ "لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ " چھوت (ایک کی بیماری دوسرے کو لگنے) کی کوئی حقیقت نہیں ہے،بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے،کھوپڑی کے الو کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی صفر کی کوئی حقیقت ہے۔(بخاری:5757،مسلم:2220)اس حدیث کے اندر جن باتوں کا ذکر ہے اس میں سب سے پہلی بات عدوی یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ فی نفسہ کسی بیماری کے اندر ذاتی طاقت ہوتی ہے کہ وہ صحت مند انسان کو لگ جاتی ہے۔دوسری بات طیرہ یعنی بدشگونی کا عقیدہ رکھنا،تیسری بات ہامہ ہے یعنی عرب کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اگر مقتول کے خون کا بدلہ نہ لیا جائے تو اس کی کھوپڑی سے ایک الو نکل کر چیختا رہتا ہے

اور جب اس کے خون کا بدلہ لے لیا جاتا ہے تو مقتول کی روح کو تسکین مل جاتی ہے اور تب الو خاموش ہو جاتا ہے، اور چوتھی اور آخری بات صفر ہے جس کا سب سے پہلا معنی یہ ہے کہ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ عرب کے لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ بھوک پیٹ میں موجود ایک کیڑے کی وجہ سے لگتی ہے اور اسی کیڑے کو صفر کہتے تھے۔

اسلام میں بدشگونی ونحوست کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی کوئی دن ومہینہ اور وقت منحوس ہوتا ہے اور نہ ہی صفر کا مہینہ منحوس ہے بلکہ صفر تو ایک ایسا مہینہ ہے جو خیر وخوبی والا مہینہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس مہینے کو صفر المظفر یعنی کہ کامیابی کا مہینہ کہا گیا ہے، بڑے بیوقوف ہیں وہ لوگ جو محرم وصفر کے مہینے کو منحوس سمجھ کر شادی وبیاہ نہیں کرتے ہیں، محرم کا مہینہ تو وہ مہینہ ہے جسے آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اللہ کا مہینہ قرار دیا ہے۔(مسلم:1163) اور صفر کا مہینہ تو وہ مہینہ ہے جس کے اندر حبیب کائنات ﷺ نے خود اپنا نکاح کیا بھی اور اپنی بیٹی کا نکاح بھی صفر کے مہینے میں ہی کرایا تھا جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں یہ بات مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے صفر کے مہینے میں ہی سن 7 ھجری میں سیدہ صفیہؓ سے نکاح کیا تھا اور اپنی لخت جگر ونور نظر سیدہ فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح بھی اسی صفر کے مہینے میں سن 2 ھ میں کیا تھا۔ سبحان اللہ۔ کتنا بابرکت جوڑا ہے اور کیسی الفت ومحبت تھی ان دونوں میاں بیوی میں اور کتنے پیارے پیارے دو دو ننھے منھے پھول بھی اللہ نے ان کو عطا کیا تھا مگر لوگ کہتے ہیں کہ صفر کے مہینے میں نکاح نہیں کرنا چاہیے، میاں بیوی میں محبت نہیں رہے گی، طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ یہ منحوس مہینہ ہے، ذرا آپ یہ سوچیے کہ جو لوگ ربیع الاول کے مہینے میں شادی بیاہ کرتے ہیں کیا ان کے درمیان طلاق وخلع نہیں ہوتے ہیں؟ جو لوگ فال دیکھ کر اور اچھا مہورت دیکھ کر شادی بیاہ کرتے ہیں کیا ان کے درمیان میں طلاق وخلع اور دیگر حادثات وواقعات نہیں ہوتے ہیں؟ ہوتے ہیں ضرور ہوتے ہیں! پھر آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کتنی جھوٹی اور من گھڑت بات ہے، بلکہ میں تو کہوں گا کہ ایسے لوگوں کے درمیان تو لڑائی جھگڑے اور فتنے فساد، طلاق وخلع کچھ زیادہ ہوتے ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر فال ومہورت وغیرہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے شادی بیاہ کو انجام دیتے ہیں۔

میرے دوستو! صفر کا مہینہ تو وہ مہینہ ہے جس میں اسلام ومسلمانوں کی شوکت وطاقت بحال ہوئی صفر کا مہینہ خیر وخوبی والا مہینہ ہے پھر بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صفر کا مہینہ منحوص مہینہ ہے۔ العیاذ باللہ۔ اللہ ہم سب کو اس طرح کے باطل عقائد ونظریات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

برادران اسلام! اب میں آپ لوگوں کے سامنے میں سماج ومعاشرے میں پھیلی ہوئے بدشگونیوں کو بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تا کہ ہر مسلمان اس طرح کی خرافات وتوہمات سے اپنے آپ کو بچا کر اپنے دین وایمان کی حفاظت کرے، مندرجہ ذیل میں جو بھی باتیں بیان کی جارہی ہیں اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ سب کے سب خود ساختہ ومن گھڑت باتیں اور توہم پرستی کی شکلیں ہیں جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ بری ہیں:

1۔ ماہ صفر کے تیرہ دنوں کو بہت ہی زیادہ منحوس سمجھنا اسی لیے ان دنوں کا نام تیرہ تیزہ رکھا گیا۔
2۔ ماہ صفر کے پہلے 13 دنوں تک ہر دن ابلے ہوئے چنے کو تقسیم کرنا اور یہ سمجھنا کہ ساری آفتیں اور بلائیں اس میں داخل ہو کر دوسروں پر منتقل ہو جاتی ہیں۔
3۔ ماہ صفر کے ابتدائی تیرہ دنوں تک روزانہ اپنے سرہانے انڈے رکھ کر سونا اور پھر صبح اس کو کسی غریب کو دے دینا۔
4۔ صفر کے مہینے میں ساس اور (نئی نویلی دلہن) بہو ایک ساتھ ایک گھر میں نہیں رہنا۔
5۔ ماہ محرم اور صفر میں شادی نہیں کرنا۔
6۔ ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کو ہریالی روندنا کہ ایسا کرنا سنت اور برکت ہے۔
7۔ ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کو بابرکت سمجھنا۔
8۔ محرم کے مہینے میں نئی نویلی دولہن کو میکے بھیج دینا۔
9۔ مغرب کے بعد ناخن نہیں کاٹنا۔
10۔ گھر میں ناخن کاٹ کر پھینکنے سے نحوست آتی ہے۔
11۔ گھر میں مکڑی کے جالے سے نحوست آتی ہے۔
12۔ گھر سے مہمان کے جانے کے بعد گھر میں جھاڑو نہیں لگانا ورنہ برکت چلی جائے گی۔
13۔ گھر میں شام میں جھاڑو نہیں لگانا۔
14۔ دوسرے کی کنگھی لے کر کنگھی نہیں کرنا ورنہ دونوں میں جھگڑا ہو جائے گا۔
15۔ جس انسان کی کالی زبان ہو اس کی بات لگ جاتی ہے۔
16۔ ٹوٹا ہوا آئینہ دیکھنے سے مصیبت آتی ہے۔
17۔ گھر کے سامنے دہلیز کے اوپر آئینہ لٹکانے سے بلا ٹل جاتی ہے اور بری نظر سے حفاظت ہوتی ہے۔
18۔ رات میں آئینہ نہیں دیکھنا ورنہ کچھ بلا آجائے گی۔
19۔ دہلیز کے سامنے نہیں سونا۔
20۔ چپل کو الٹا نہیں رکھنا کیونکہ الٹا چپل شیطان کی سواری ہے۔
21۔ جائے نماز کو تھوڑا ضرور موڑ دینا چاہیئے ورنہ شیطان نماز پڑھنے لگتا ہے۔
22۔ فیروزی رنگ کے انگوٹھی کو پہننے سے رزق وغیرہ میں برکت ہوتی ہے۔

23۔ انگوٹھی میں نگینے کے نیچے اس نیت سے سوراخ کر دینا کہ پتھروں سے برکت آئے گی۔

24۔ صبح کی پہلی صورت دیکھنے کو اچھا یا برا سمجھنا۔

25۔ جس کی بیوی حمل سے ہو وہ اگر جنازے کو کندھا دے گا تو کچھ نہ کچھ نقصان ہو جائے گا۔

26۔ بائیں آنکھ پھڑکنے سے مصیبتیں آتی ہیں۔

27۔ دائیں ہاتھ میں اگر کھجلی ہو تو مطلب دولت آنے والی ہے۔

28۔ بینگن کو آدھا کاٹنے سے بچے ڈیرے و کانا پیدا ہوں گے۔

29۔ ایسی جگہ جہاں آپس میں تین راستے ملتے ہوں وہاں نمک رکھنے سے نقصان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

30۔ گھر میں نئی نویلی دولہن کے آنے کے بعد کوئی مر جائے تو دولہن کو منحوس سمجھنا۔

31۔ بہو سے اگر پہلی بیٹی پیدا ہو تو بہو کو منحوس سمجھنا۔

32۔ اس عورت کو منحوس سمجھنا جس کے تین یا چار بچے فوت ہو گئے ہوں۔

33۔ نوجوان بیوہ عورت کو منحوس سمجھنا۔

34۔ قبرستان سے لوٹنے کے بعد اپنے گھر میں ہاتھ پاؤں وغیرہ دھو کر داخل ہونا۔

35۔ گھر میں جھاڑو کو سیدھا کھڑا نہیں رکھنا۔

36۔ منگل کے دن کو منحوس سمجھنا۔

37۔ سفر میں نکلنے سے پہلے گاڑیوں کے ٹائر کے نیچے لیموں شریف رکھنا۔

38۔ نئی گاڑی، نئی دوکان اور اپنے گھر کی دہلیز کے اوپر لیموں اور مرچی لٹکانا۔

39۔ گھر کے چاروں کونوں میں ہرے کپڑے میں ناریل لپیٹ کر لٹکا دینا۔

40۔ اپنی بیٹی کا نام فاطمہ نہیں رکھنا اگر رکھے تو جتنی تکلیفیں سیدہ فاطمہؓ نے جھیلی ہیں یہ بچی بھی جھیلے گی اسی طرح سے بہت سارے لوگ ایسا تصور بلال نام کے ساتھ بھی رکھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اگر بچے کا نام بلال رکھا جائے گا تو بچہ بہت تکلیف اٹھائے گا۔ نعوذ باللہ۔

41۔ نظر بد سے بچنے کے لیے ہاتھ اور پاؤں میں کالا دھاگا باندھنا۔

42۔ سڑکوں کے ٹھیک آمنے اور سامنے گھر نہیں بنانا۔

43۔ بچہ اور بچی کا نام والدین کے نام، دن و تاریخ اور وقت کو پوچھ کر اور پھر ملا کر رکھنا۔

44۔ شادی کی تاریخ فال دیکھ کر متعین کرنا۔

45۔ کچھ نمبروں اور عددوں کو منحوس سمجھنا۔

46۔ کوا پکارنے سے مہمان آنے کی بشارت سمجھنا۔

47۔ بلی اور کتا کے آواز کرنے کو منحوس سمجھنا کہ کچھ آفت و بلا آنے والی ہے۔

48۔ بلی سامنے سے گذرنے کو منحوس سمجھنا۔

49۔ گھر پر الو بیٹھنے کو منحوس سمجھنا۔

50۔ اگر الو پکارا تو صبح تک کچھ نہ کچھ بری خبر ملے گی

51۔ گھر کے سامنے لیٹرینگ اور باتھ روم رکھنا۔

52۔ گھروں کے دروازوں، کھڑکیوں اور باورچی خانوں کو واستو (فال) کے حساب سے رکھنا۔

53۔ کھانے کے بعد پلیٹ میں ہاتھ دھونے سے برکت چلی جاتی ہے۔

54۔ کرسی وغیرہ پر بیٹھ کر پاؤں نیچے لٹکا کر حرکت دینے سے نحوست آتی ہے۔

55۔ صبح سویرے سب سے پہلے گراہک کو سودا ادھار نہیں دینا۔

56۔ بیوپار اور دوکان میں ہاتھ باندھ کر نہیں کھڑا ہونا۔

57۔ بیوی مرگئی تو شوہر اپنی بیوی کا چہرہ نہیں دیکھنا اور جنازے کو کندھا بھی نہیں دینا۔

58۔ اذان کے وقت جھاڑو نہیں دینا۔

59۔ اذان کے وقت عورتیں اپنے سروں پر پلو ڈال لینا ورنہ وہ عورت شیطان کی بیوی ہوگی۔

60۔ ستاروں سے فال لینا۔

61۔ اماوس کی رات کو گھر سے باہر نہیں نکلنا۔

62۔ سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت میں حمل والی عورتیں گھر سے باہر نہیں نکلنا۔

63۔ اگر بتی کو ہاتھ سے بجھانا اگر منہ سے بجھائے تو آفت و مصیبت آجائے گی۔

64۔ نظر بد سے بچنے کے لیے بچوں کو کالا ٹیکا لگانا۔

65۔ ایسی چیزیں جو آپس میں ملی ہوئی ہوں اس کو کھانے سے جڑواں بچے پیدا ہوتے ہیں۔

66۔ ہر ماہ میں کچھ دن عقرب کے دن ہوتے ہیں اور ان دنوں میں اچھا کام کرنے سے نقصان ہوگا۔

67۔ ٹوٹے ہوئے کنگھی سے کنگھی کرنے سے کچھ نقصان ہونے کا عقیدہ رکھنا۔

68۔ بچہ اگر بار بار بیمار پڑ رہا ہے تو اس کے نام کو منحوس سمجھ کر دوبارہ نیا نام رکھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس نام کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔

میرے دوستو! یہ تو بطور نمونہ میں نے کچھ غلط و فاسد اور خود ساختہ عقائد و نظریات کو بیان کیا ہے ورنہ اس طرح کے ہزاروں اور لاکھوں غلط تصورات و توہمات آج مسلم سماج میں پائی جا رہی ہیں اسی لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب خود بھی اس طرح کے فاسد و غلط عقائد و نظریات سے بچیں اور دوسروں کو بھی اس سے بچائیں۔

اب آخر میں رب العزت سے دعا ہے کہ اے اللہ تو ہم سب کو اس طرح کے کفر و شرک والے عقائد و نظریات سے محفوظ رکھ۔ آمین۔ ثم آمین یارب العالمین

☆☆☆

سترہ کے احکام ومسائل

مولانا ابوعدنان سعید الرحمٰن نورالعین سنابلی

سترہ نماز کی ان سنتوں میں سے ہے جسے ہمارے معاشرے میں فراموش کردیا گیا ہے۔ اکثر لوگ سترہ کے معنیٰ ومفہوم سے واقف نہیں ہیں اور جو لوگ سترہ کے بارے میں جانتے بھی ہیں تو وہ اس تعلق سے غلط فہمیوں کے شکار ہیں۔ سترہ نماز کی ایک واجبی فریضہ ہے۔ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ جب بھی وہ نماز پڑھے تو اپنے سامنے سترہ رکھے۔ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں کتب احادیث میں پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیشہ سترہ کا اہتمام کیا کرتے تھے اور کبھی بھی آپ ﷺ سے سترہ کے بغیر نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

نماز کے وقت سترہ کا اہتمام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور سترہ کے ذریعہ ایک انسان اپنی نماز کو باطل ہونے سے بچالیتا ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلَى سُتْرَةٍ وَلْيَدْنُ مِنْهَا، لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ'' (صحیح ابن خزیمہ ۸۰۳/۲، ۸۴۰، مستدرک حاکم ۹۲۲/۱، شیخ البانی نے صحیح الجامع ۴۲/۲، ۵۰ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

یعنی تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترہ کی طرف نماز پڑھے اور اس سے قریب ہوجائے کیونکہ ایسی صورت میں شیطان اس کی نماز نہیں کاٹ سکتا ہے۔

جنات کو ہم دیکھ نہیں سکتے ہیں لیکن اگر ہم دوران نماز سترہ کا اہتمام نہیں کرتے ہیں تو وہ ہماری نمازوں کو کاٹ ڈالتا ہے اور علمائے کرام کے بیان کردہ اقوال کے مطابق اسے باطل کردیتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمیں سترہ کا ضروری طور پر اہتمام کرنا چاہئے۔

سترہ کے تعلق سے یہ چند سطور ضبط تحریر میں لانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بہت سارے ہمارے مسلم بھائی اس واجبی حکم سے لاعلم ہیں اور جب انہیں نصیحت کی جائے تو استعجب خیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ سترہ کا اہتمام کرتے بھی ہیں تو وہ سترہ کی مقدار، اس کی لمبائی اور چوڑائی کے تعلق سے وارد رسول اکرم ﷺ کے فرمودات سے نابلد ہوتے ہیں چنانچہ وہ کبھی جھاڑو، ٹارچ، بیلن، جگ، لوٹا وغیرہ جیسی دوسری چیزیں سترہ کے طور پر رکھ لیتے ہیں جو 'مؤخرة الرحل ''یعنی کجاوہ کے آخری حصہ کی لکڑی کے برابر نہیں ہوتا ہے۔

بہر حال سترہ کے تعلق سے یہ چند جملے پیش خدمت ہیں، اس امید کے ساتھ کہ جب ہم نماز پڑھیں تو اس کا اہتمام کریں تاکہ ہم اپنی نماز کو محفوظ رکھ سکیں اور اس کو بطلان سے بچاسکیں۔

سترہ کے معنیٰ و مفہوم: ''سترہ'' کے لغوی معنی ہیں وہ چیز جس کے ذریعہ انسان خود کو چھپا سکے۔

شریعت کی اصطلاح میں نماز کے باب میں ''سترہ'' سے مراد وہ لاٹھی یا چھڑی وغیرہ ہے جو نمازی نماز پڑھتے وقت اپنے سامنے کھڑا کردیتا ہے۔ (المغرب فی ترتیب المعرب (۳/۳)

ابن منظور کے بقول: سترہ ''ستر'' سے ہے اور اس کا استعمال اس برچھی اور بھالے پر ہوتا ہے جسے نمازی دوران نماز اپنے سامنے نصب کرتا ہے۔ (لسان العرب ۳۴۳/۴)

سترہ کی مقدار

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي، فَقَالَ: مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ یعنی اللہ کے رسول ﷺ سے نمازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اونٹ کے کجاوہ کے آخری حصہ کے برابر ہونی چاہئے۔ (صحیح مسلم/۷۷)

اسی طرح طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا جَعَلْتَ بَيْنَ يَدَيْكَ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلَا يَضُرُّكَ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْكَ یعنی جب تو اپنے آگے اونٹ کے کجاوے کے پچھلے حصہ کے برابر کوئی چیز کرلے تو تیرے آگے سے گزرنے والا تجھے کوئی نقصان نہ دیگا۔ (صحیح مسلم/۴۹۹، سنن ابوداود/۶۸۵)

ان دونوں روایتوں کی رو سے سترہ کی مقدار اونٹ کے کجاوے کے پچھلے حصہ کے برابر کوئی چیز ہونی چاہئے۔ ''مُؤْخِرَةِ الرَّحْل'' کیا ہے؟ اونٹ وغیرہ پر بیٹھنے کے لیے جو لکڑی کا پالان رکھتے ہیں، اس کا پچھلا (ٹیک لگانے والا) حصہ 'موخرة الرحل' (یعنی پالان کا پچھلا حصہ) ہے۔ اس کی لمبائی ایک ذراع (ایک ہاتھ) یا بعض نے ایک ذراع اور ایک بالشت بتلائی ہے۔ آج کل اس کی لمبائی ایک فٹ اور ڈیڑھ فٹ کے درمیان علماء بتلاتے ہیں۔ معروف تابعی اور محدث عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں: آخِرَةُ الرَّحْلِ: ذِرَاعٌ فَمَا فَوْقَهُ. یعنی اونٹ کے کجاوے کا پچھلا حصہ ذراع یا اس سے زیادہ (اونچا) ہوتا ہے۔ (سنن ابوداود/۶۸۶)

اور ذراع ہتھیلی کو کھول کر کہنی تک کا حصہ ذراع کہلاتا ہے، گویا کہ اگر نمازی دوران نماز اگر اپنے سامنے تقریباً ڈیڑھ فٹ کوئی بلند چیز رکھے تو وہ اس کا سترہ بن سکے گی، اس سے کم اونچائی والی چیز سترہ کا کام نہیں دیتی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سترہ کتنا چوڑا ہو؟ تو اس سلسلے میں ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس کی تحدید نہیں کی جاسکتی کیونکہ نبی ﷺ کے لیے سترہ برچھی یا نیزہ بھی ہوتا تھا اور اس کی چوڑائی سب کو معلوم ہے۔ اس لیے اصل مسئلہ صرف لمبائی کا ہے۔ چنانچہ سترہ میں اعتبار اونچائی کا ہے، لمبائی چوڑائی والی چیز کا نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سترہ طول میں ہونا چاہیے نا کہ عرض (چوڑائی) میں۔ (صحیح ابن حبان، قبل الحدیث 2377)

نوٹ: سترہ کی چوڑائی کے تعلق سے جب ہم نے تفصیل جان لی تو ہمیں ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ سترہ کے تعلق سے اکثر سستی پائی جاتی ہے۔ اولاً تو کچھ لوگ سترہ کا اہتمام نہیں کرتے ہیں اور کچھ لوگ سترہ کا اہتمام تو کرتے ہیں لیکن وہ اپنے سامنے کبھی قلم، تکیہ، جھاڑو، کتاب، کپڑا اور اس جیسی چیزیں رکھ لیتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سترہ کی جو لمبائی بیان فرمائی ہے اس کے مقابلے میں یہ چیزیں کافی چھوٹی ہیں۔ اس وجہ سے یہ سترہ کے طور پر کافی نہیں ہوں گی۔ واللہ اعلم

نمازی اور سترے کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟ جب ہم احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نمازی کو سترہ سے قریب ہو کر کھڑا ہونا چاہئے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلَى سُتْرَةٍ، وَلْيَدْنُ مِنْهَا یعنی جب تم میں سے کوئی ایک نماز پڑھے تو وہ سترہ کی طرف نماز پڑھے اور اس کے قریب ہو جائے۔ (سنن ابوداود/ ۶۹۸)

لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان فاصلہ کتنا ہو؟ اس تعلق سے نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ وَجْهِهِ حِينَ يَدْخُلُ وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهِ، فَمَشَى حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ، صَلَّى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِهِ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيهِ

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بیت اللہ میں داخل ہوتے تو سامنے کی طرف بڑھتے چلے جاتے اور بیت اللہ کے دروازے کو اپنی پشت کی طرف کر لیتے۔ پھر آگے بڑھتے یہاں تک کہ جب ان کے اور سامنے والی دیوار کے درمیان تقریبا تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا تو نماز پڑھتے۔ اس طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھنے کے لیے اس جگہ کا رخ کرتے جس کے متعلق انہیں بلال رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی تھی کہ وہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔ (صحیح بخاری/ ۵۰۶)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اور منفرد جب نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کے اور سترہ کے مابین تین ہاتھوں کا فاصلہ ہونا چاہئے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کے سترہ کے تعلق سے یہی فاصلہ منقول ہے۔

اس معنی کی مزید ایک روایت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"ان النبيَّ – صلَّى الله عليه وسلَّم – دخل الكعبةَ فصلَّى، وبينه وبين الجدارِ نحوٌ من ثلاثةِ اذرعٍ" (مسند احمد ۶/ ۱۳، سنن نسائی ۲/ ۶۳، یہ حدیث صحیح ہے۔)

یعنی اللہ کے رسول ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ نے نماز ادا کی۔ آپ کے اور دیوار کے درمیان تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

البتہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں وارد ہے۔ وہ کہتے ہیں: كَانَ بَيْنَ مُصَلَّى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ یعنی رسول اللہ ﷺ کے سجدہ کرنے والی جگہ اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری/ ۴۹۶)

بظاہر دونوں حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں رسول اکرم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اور دیوار کے مابین کا فاصلہ بکری کے بچے کے گزرنے کی مقدار بتایا گیا ہے۔ اس تعلق سے علمائے کرام نے مختلف جواب دیئے ہیں:

امام داودی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نمازی اور سترہ کے مابین کم سے کم فاصلہ بکری کے گزرنے کے بقدر ہو اور زیادہ سے زیادہ فاصلہ تین ہاتھ کے بقدر ہو۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۱/ ۵۷۵)

کچھ علمائے کرام نے کہا ہے کہ پہلی حدیث جس میں سترہ اور نمازی کے مابین تین ہاتھ کے بقدر فاصلہ ہونے کی بات کہی گئی ہے وہ بحالت قیام کا ہے اور دوسری حدیث جس میں نمازی اور سترہ کے درمیان بکری کے بچے کے گزرنے کے بقدر فاصلہ کی جو بات وارد ہے وہ حالت سجدہ کے اعتبار سے ہے یعنی اس میں جائے سجدہ اور سترہ کے درمیان کی جگہ بتائی گئی ہے اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اس تعلق سے لکھتے ہیں: "وكان صلى الله عليه وسلم يقف قريبا من السترة، فكان بينه وبين الجدار ثلاثة اذرع، وبين موضع سجوده، والجدار ممر شاة" یعنی اللہ کے رسول ﷺ سترہ سے قریب ہو کر کھڑا ہوا کرتے تھے۔ آپ کے اور سترہ کے مابین تین ہاتھ کا فاصلہ ہوا کرتا تھا جبکہ جائے سجدہ اور دیوار کے درمیان کا فاصلہ بکری کے گزرنے بھر کی جگہ ہوا کرتی تھی۔ (صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ۱/ ۱۱۴)

سابقہ وضاحت سے یہ بات طشت از بام ہوجاتی ہے کہ نمازی کو سترہ سے قریب ہو کر کھڑا ہونا ہے۔ اسی طرح نمازی اور سترہ کے مابین زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ کا فاصلہ ہو جس میں وہ بآسانی سجدہ کر سکے۔

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "استحب اهل العلم الدنو من السترة بحيث يكون بينه وبينها قدر مكان السجود وكذلك الصفوف."

یعنی اہل علم نے سترہ سے قریب ہونے کو مستحب قرار دیا ہے، بایں طور پر کہ انسان اور سترہ کے مابین صرف سجدہ کی گنجائش ہو اور اسی طرح صفوں کے درمیان اتنی ہی جگہ ہو۔(شرح السنۃ ۲/۴۴۷)

سترہ کا حکم: نمازی کا دوران نماز اپنے سامنے سترہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ اس تعلق سے علمائے امت کی آراء مختلف ہیں:

پہلا قول: نمازی کے لئے سترہ مستحب ہے۔ ائمہ اربعہ اسی کے قائل ہیں۔(ملاحظہ ہو: الدر المختار للحصکفی وحاشیۃ ابن عابدین ۱/۶۳۷، المحیط البرہانی لابن مازہ ۱/۴۳۲، الکافی لابن عبد البر ۱/۲۰۹، بدایۃ المجتہد لابن رشد المالکی ۱/۱۱۳، شرح مختصر خلیل للخرشی ۱/۲۷۸، المجموع للنووی ۳/۲۴۷، نہایۃ المحتاج للرملی ۲/۲۵، کشاف القناع للبھوتی ۱/۳۸۲، المغنی لابن قدامہ ۲/۱۷۴)

سترہ کو مستحب بتانے والے علمائے کرام نے جن حدیثوں کے ذریعہ اپنے موقف پر استدلال کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:"اقبلتُ راكبًا على حمارٍ اتانٍ، وانا يومئذٍ قد ناهزتُ الاحتلامَ، ورسولُ اللهِ صلّى اللهُ عليه وسلّم يُصلّي بمِنًى إلى غيرِ جدارٍ، فمررتُ بين يدَيْ بعضِ الصّفِّ، وارسلتُ الاتانَ ترتعُ، فدخلتُ في الصّفِّ، فلم يُنكِرْ ذلك عليَّ"(صحیح بخاری/۷۶، صحیح مسلم/۵۰۴)

یعنی میں ایک دن گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ اس وقت میں قریب البلوغ تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ منیٰ میں کسی دیوار کو سامنے کیے بغیر نماز پڑھا رہے تھے۔ میں ایک صف کے آگے سے گزرا اور گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور خود صف میں شامل ہو گیا۔ مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

وجہ استدلال: اس حدیث میں "إلى غيرِ جدارٍ" وارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اس موقع سے بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے۔ لہذا سترہ رکھنا مسنون و مستحب ہوگا۔ اگر سترہ واجب ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ اس موقع سے ضرور سترہ سامنے رکھ کر نماز پڑھ رہے ہوتے۔(شرح صحیح البخاری لابن بطال ۱/۱۶۲)

(۲) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:"ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى فى فضاء ليس بين يديه شىء"(مسند احمد/۱۹۶۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۸، مسند ابویعلیٰ/۲۶۰۱، سنن بیہقی ۲/۲۷۳) یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے میدان میں نماز پڑھی اور آپ ﷺ کے سامنے کوئی چیز نہیں تھی۔

وجہ استدلال: یہ حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بغیر سترہ کے نماز پڑھی ہے اور اگر سترہ واجب ہوتا تو رسول ﷺ بغیر سترہ کے ہرگز نماز نہیں پڑھتے۔ واللہ اعلم

(۳) مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"رایت رسول الله عليه الصلاة والسلام يصلى مما يلى باب سهم ,والناس يمرون بين يديه ,وليس بينه وبين الكعبة سترة."

یعنی انہوں نے نبی کریم ﷺ کو (مسجد الحرام میں) باب بنی سہم کے پاس نماز پڑھتے دیکھا جب کہ لوگ آپ ﷺ کے آگے سے گزر رہے تھے اور ان کے درمیان (رسول اللہ ﷺ اور کعبہ کے مابین) سترہ نہیں تھا۔(مسند احمد ۶/۳۹۹، سنن ابوداود/۲۰۱۶)

یہی روایت بایں الفاظ بھی وارد ہے:"رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا فرغ من سبعه، جاء حتى يحاذى بالركن، فصلى ركعتين فى حاشية المطاف، وليس بينه وبين الطواف احد"

یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ اپنے ساتوں پھیروں سے فارغ ہوئے حجر اسود کے بالمقابل آ کر کھڑے ہوئے، پھر مطاف کے کنارے میں دو رکعتیں پڑھیں اور آپ کے اور طواف کرنے والوں کے بیچ میں کوئی آڑ نہ تھی۔(سنن نسائی ۵/۲۳۵، سنن ابن ماجہ/۲۹۵۸)

(۴) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:"إذا صلى احدُكم إلى شيءٍ يسترُه من الناس، فأراد أحدٌ أن يجتاز بين يدَيْه فليدفَعْه، فإن أبى فليُقاتِلْه، فإنما هو شيطان"

یعنی تم میں سے کوئی اگر کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے، پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرنے کی کوشش کرے تو وہ (نمازی) اسے روکے۔ اگر وہ (گزرنے والا) نہ رکے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔(صحیح بخاری/۵۰۹)

وجہ استدلال: یہ حدیث بتا رہی ہے کہ نمازی کبھی سترہ استعمال کرتا ہے اور کبھی بغیر سترہ کے پڑھتا ہے کیونکہ اس طرح کا صیغہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ ہر شخص سترہ استعمال کرتا ہے بلکہ اس طرح کا صیغہ بتاتا ہے کہ کچھ لوگ بغیر سترہ کے پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ سترہ استعمال کرتے ہیں۔(الشرح الممتع ۳/۲۷۶)

دوسرا قول: سترہ امام اور منفرد کے حق میں واجب ہے۔ یہ قول محققین علمائے کرام بشمول امام شوکانی اور شیخ البانی کا ہے اور بظاہر امام ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔(ملاحظہ ہو: نیل الاوطار ۳/۲۵۸، السیل الجرار ۱/۱۷۶، تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ للشیخ الالبانی ص/۳۰۰، المحلی لابن حزم الظاہری ۴/۸-۱۵)

سترہ کو واجب بتانے والے علمائے کرام نے درج ذیل حدیثوں سے استدلال کیا ہے:

(۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:"لَا تُصَلِّ إِلَّا إِلَى سُتْرَةٍ، وَلَا تَدَعْ اَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْكَ، فَإِنْ اَبَى فَلْتُقَاتِلْهُ؛ فَإِنَّ مَعَهُ الْقَرِينَ"(صحیح ابن خزیمہ/۸۰۰، ۸۲۰، صحیح ابن

حبان/۲۳۶۲، شیخ البانی نے التعلیقات الحسان/۲۳۵۶اور صفة صلاة النبیﷺ/۲۸ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

یعنی سترہ کی طرف ہی نماز پڑھواور کسی کواپنے سامنے سے مت گزرنے دو،اگر وہ ضد کرے تواس سے لڑو کیونکہ اس کے ہمراہ شیطان ہے۔

(۲) سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولﷺ نے ارشادفرمایا:''**إِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلَى سُتْرَةٍ وَلْيَدْنُ مِنْهَا، لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ**'' (صحیح ابن خزیمہ/۸۰۳،۸۴۰،مستدرک حاکم/۹۲۲،شیخ البانی نے صحیح الجامع/۶۴۱،۶۵۰ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

یعنی تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترہ کی طرف نماز پڑھےاوراس سے قریب ہوجائے کیونکہ ایسی صورت میں شیطان اس کی نمازنہیں کاٹ سکتا ہے۔

(۳) سبرہ بن معبد جہنی بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولﷺ نے ارشادفرمایا: ''**لِيَسْتَتِرْ اَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ وَلَوْ بِسَهْمٍ**'' (مستدرک حاکم/۱/۲۵۲،شیخ صبحی حسن حلاق نے نیل الاوطار/۵/۱۳ میں اسے حسن قرار دیا ہے۔)

یعنی تم میں سے ہرشخص اپنی نماز میں سترہ کااستعمال کرے نیزہ کا ہی سہی۔

وجہ استدلال: سابقہ حدیثوں میں اللہ کے رسولﷺ نے سترہ سے قریب ہوکر نماز پڑھنے کاحکم دیاہےاور یہ مشہور ہے''الا؟ مرللوجوب ﺇلا ا؟ ن تصرفہ قرینۃ''یعنی امروجوب پردلالت کرتا ہیالا یہ کہ قرینہ اسے اس چیز سے پھیردیاورمسئلہ ہذا میں کوئی ایسا قرینہ موجودنہیں ہے جس سے سترہ کی عدم وجوبیت کا پتا چلتا ہو یا یہ معلوم چلتا ہوکہ سترہ مستحب ہے۔

(۴) ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولﷺ نے ارشادفرمایا: ''**إذا قام احَدُكم يُصلِّي، فإنَّه يستُرُه إذا كان بين يديه مِثلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ، فإذا لم يكُنْ بين يديه مِثلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ، فإنَّه يقطَعُ صلاتَه الحِمارُ والمرأةُ والكلبُ الأسودُ**''(صحیح مسلم/۱۵۰)

یعنی جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو جب اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز ہوگی تو وہ اسے سترہ مہیا کرے گی، اور جب اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز نہ ہوگی تو گدھا،عورت اور سیاہ کتااس کی نمازکوقطع کریں گے۔''

وجہ استدلال: اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سترہ واجب ہے کیونکہ اس میں یہ بات اللہ کے رسولﷺ نے صاف طور پر بیان کردی ہے کہ اگر انسان اپنے سامنے سترہ نہیں رکھتا ہےتو اس کی نماز کو کچھ چیزیں کاٹ دیتی ہیں اوراس کا ثواب ختم کردیتی ہیں جبکہ نماز کو ہرنقص وعیب سے محفوظ رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔اگر سترہ نہ رکھنے سے ہماری نماز میں کمی واقع ہورہی ہے تو اس کمی کا ازالہ ہمارے اوپر ضروری ہےلہٰذا سترہ رکھنا واجب ہوگا۔واللہ اعلم

راجح: سابقہ دونوں اقوال اوران کے دلائل وجزئیات پرغوروفکر کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سترہ واجب ہے اور ہرنمازی کوسترہ کا اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ اللہ کے رسولﷺ نے سترہ کاحکم بصیغہ امر دیا ہے۔

اسی طرح اللہ کے رسولﷺ نے بتایا ہے کہ اگرہم بغیرسترہ کے نماز پڑھتے ہیں تو گویا کچھ چیزیں ہماری نماز کو قطع کردیتی ہیں۔کوئی کہہ سکتا ہے کہ اگرکسی مقام پر عورت، گدھا اور کالا کتا نہ ہوتو کیا ہم بغیرسترہ نماز پڑھ سکتے ہیں؟اس کا بھی جواب ہوگا کہ نہیں کیونکہ بظاہر یہ چیزیں ہمارے سامنے موجودنہیں ہیں لیکن اس بات کا ڈر موجود ہوتا ہے کہ شیطان ہماری نماز کو کاٹ دے جیسا کہ اللہ کے رسولﷺ کے ساتھ ایک موقع سے واقعہ پیش آیا تھا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھےاور شیطان نے آپ کی نماز قطع کرنا چاہااور رسول اکرمﷺ نے اسے پکڑلیا۔اللہ کے رسولﷺ نے اسے دیکھ لیا اوراس کوروک دیالیکن ہرانسان شیطان کونہیں دیکھ سکتا تواس سے اپنی نماز کو بچانے کا طریقہ یہی ہے کہ ہم سترہ رکھ کرنماز پڑھیں۔واللہ اعلم

نیزسترہ کی وجوبیت پر رسول اکرمﷺ اورصحابہ کرام کااس تعلق سے اہتمام بھی دلالت کرتا ہے کیونکہ اللہ کے رسولﷺ مسجد میں نماز پڑھتے تو ستون کے پاس پڑھتے ،گھر میں پڑھتے تو بسا اوقات ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کوسترہ بنالیتے ،کبھی اپنی سواری کوسترہ کےطور پراستعمال کرتے تو کبھی نیزہ اور برچھی کو۔یہ تمام باتیں اس امرکی شاہد ہیں کہ سترہ واجب ہےاوراس تعلق سیکوتاہی کرنا درست نہیں ہے۔

سترہ کن چیزوں کا بنایا جاسکتا ہے؟ سترہ کےتعلق سے جب اللہ کے رسولﷺ کا عمل دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپﷺ سے متعدد چیزوں سے سترہ بنانا ثابت ہےجن میں سے کچھ چیزیں درج ذیل ہیں:

چارپائی کا سترہ بنایا جاسکتا ہے:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:**يُصَلِّي وَإِنِّي لَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَاَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيرِ** یعنی نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔میں آپ ﷺ کےاورآپ ﷺ کےقبلہ کےدرمیان (سامنے) چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔(صحیح بخاری/۵۱۱)

صف میں بیٹھے کسی انسان کوسترہ بنایا جاسکتا ہے:

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:''**كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا لَمْ يَجِدْ سَبِيلاً إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، قَالَ لِي: وَلِّنِي ظَهْرَكَ**'' یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مسجد کے ستونوں میں سے کوئی ستون نماز پڑھنے کے لئےنہیں پاتے تومجھ سے کہتے کہ میری طرف اپنا پیٹھ کرکے بیٹھ جاؤ۔(مصنف ابن ابی شیبہ۲۸۹۵)

البتہ قاسم رحمہ اللہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دو

لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے ایک دوسرے کو سترہ بنا کر نماز پڑھ رہا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی مار لگائی لیکن اس اثر کی سند میں انقطاع ہے جیسا کہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے فتح الباری ۴/۱۰۳ میں کہی ہے۔اس کے برعکس حمید بن ہلال رحمہ اللہ عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا تھا اور لوگ اس کے سامنے سے گزر رہے تھے تو آپ اپنی پشت اس کی طرف کر کے بیٹھ گئے۔(المغنی لابن قدامہ ۲/۱۷۶)

کسی جانور کا سترہ بنا سکتے ہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:"انَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْرِضُ رَاحِلَتَہُ وَھُوَ یُصَلِّی إِلَیْھَا" یعنی نبی اکرم ﷺ (بوقت ضرورت) اپنی سواری کو سامنے کر کے (بٹھا لیتے اور) اس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھ لیتے۔(صحیح مسلم/۵۰۲)

ستون کا سترہ بنا سکتے ہیں: یزید بن ابوعبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:"کُنْتُ آتی مع سَلَمَةَ بنِ الأکْوَعِ فیُصَلِّی عِنْدَ الأُسْطُوَانَةِ الَّتی عِنْدَ المُصْحَفِ، فَقُلْتُ: یا أبَا مُسْلِمٍ، ا?رَاکَ تَتَحَرَّی الصَّلَاةَ عِنْدَ ھٰذِہ الأُسْطُوَانَةِ، قَالَ: فإِنِّی رَأَیْتُ النبیَّ صَلَّی اللہُ علیہ وسلَّمَ یَتَحَرَّی الصَّلَاةَ عِنْدَھَا ."(صحیح بخاری/۵۰۲) یعنی میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) آیا کرتا تھا۔وہ ہمیشہ اس ستون کے سامنے کر کے نماز پڑھتے جہاں مصحف شریف رکھا ہوتا تھا۔میں نے ان سے پوچھا: اے ابومسلم! آپ اس ستون کے قریب ہی نماز پڑھنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی کوشش سے اس ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

نیز انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:"کانَ المُوَذِّنُ إذا أذَّنَ قامَ ناسٌ مِن أصْحَابِ النبیِّ صَلَّی اللہُ علیہ وسلَّمَ یَبْتَدِرُوْنَ السَّوارِیَ، حتَّی یَخْرُجَ النبیُّ صَلَّی اللہُ علیہ وسلَّمَ وھُمْ کَذلکَ، یُصَلُّونَ الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، ولَمْ یَکُنْ بیْنَ الأذانِ والإِقامَةِ شیءٌ ." یعنی جب موذن اذان کہتا تھا تو نبی ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کچھ حضرات کھڑے ہوتے اور ستونوں کے پاس جانے میں جلدی کرتے تھے یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو بھی اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ رہے ہوتے تھے، نیز اذان اور تکبیر کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا تھا۔(صحیح بخاری/۶۲۵)

نیزہ کا بھی سترہ ہوسکتا ہے: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:"کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْدُو إِلَی الْمُصَلَّی وَالْعَنَزَةُ بَیْنَ یَدَیْہِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلَّی بَیْنَ یَدَیْہِ فَیُصَلِّی إِلَیْھَا"

یعنی نبی ﷺ صبح سویرے عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے اور نیزہ آپ کے آگے آگے اٹھایا جاتا تھا، اسے عیدگاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا تو آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔(صحیح بخاری/۹۷۳)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:"رکزت العنزة بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات، وصلی إلیھا، والحمار من وراء العنزة" یعنی میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے میدان عرفات میں نیزہ گاڑ دیا جس کی طرف رخ کر کے رسول ﷺ نے نماز پڑھی اور گدھے نیزہ کے سامنے سے گزر رہے تھے۔(مسند احمد ۱/۲۴۳، صحیح ابن خزیمہ/۸۴۰، شیخ مشہور بن حسن نے اپنی کتاب القول المبین، ص/۸۲ میں مسند احمد کی حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔)

برچھا کو بھی سترہ بنایا جا سکتا ہے:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:"انَّ رَسُولَ اللَّہِ صَلَّی اللہُ علیہ وسلَّمَ کانَ إذَا خَرَجَ یَومَ العِیدِ امَرَ بالحَرْبَةِ، فَتُوضَعُ بیْنَ یَدَیْہِ، فیُصَلِّی إلَیْھَا والنَّاسُ ورَائَہُ، وکانَ یَفْعَلُ ذلکَ فی السَّفَرِ، فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَھَا الاُمَرَاءُ ."(صحیح بخاری/۴۹۴، صحیح مسلم/۵۰۱) یعنی رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن (مدینے سے) باہر تشریف لے جائے تو برچھا گاڑنے کا حکم دیتے۔جب اس کی تعمیل کر دی جاتی تو آپ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔دوران سفر میں بھی ایسا ہی کرتے تھے۔(مسلمانوں کے) خلفاء نے بھی اسی وجہ سے برچھا ساتھ رکھنے کی عادت اپنالی ہے۔

کیا لکیر سترہ کے طور پر کافی ہوگا؟

اس تعلق سے ایک ضعیف حدیث وارد ہے جس کی رو سے سترہ کے بدلے اگر نمازی اپنے سامنے لکیر کھینچ لے گا تو یہ سترہ کی طرف سے کافی ہوگی۔چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:"إذا صلی أحدکم فَلْیَجْعَلْ تِلْقَاءَ وجھه شیئا، فإن لم یجد، فلینصب عصا، فإن لم یجد، فَلْیَخُطَّ خطًّا، ثم لا یَضُرُّہُ مَا مَرَّ بَیْنَ یدیه" یعنی جب کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کچھ رکھ لے، اگر کوئی چیز نہ پائے تو کوئی لاٹھی کھڑی کر لے، اگر وہ بھی نہ پائے تو لکیر کھینچ لے، پھر جو چیز بھی اس کے سامنے سے گزرے گی اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔(سنن ابوداود/۶۸۹، سنن ابن ماجہ/۹۴۳، مسند احمد/۷۳۸۶، صحیح ابن حبان/۲۳۶۱، مسند طیالسی/۲۵۹۲، سنن بیہقی ۲/۲۷۰، شرح السنۃ للبغوی ۱/۵۴۱)

اس حدیث کی صحت وضعف میں اختلاف ہے۔اس روایت کو امام ابن حبان، امام بیہقی، امام احمد بن حنبل اور امام علی بن المدینی نے صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ امام ابن عبدالبر نے الاستذکار ۶/۱۷۵ میں نقل کیا ہے۔

حالانکہ سفیان بن عیینہ، امام شافعی، امام بغوی اور شیخ البانی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس کی سند میں ابوعمر بن محمد بن حُریث اور ان کے دادا دونوں مجہول ہیں اور اس حدیث کے علاوہ دوسری کسی حدیث میں ان کا تذکرہ وارد نہیں ہے اور ان

جیسے لوگوں کی حدیث قابل حجت نہیں ہوتی ہے۔ (التمہید لابن عبدالبر ۴/۱۹۹)

ضعیف قرار دینے والوں کی بات راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے ضعف کی علت بیان کی ہے اور اس کی سند میں دو روات ایسے ہیں جو مجہول ہیں تو راجح بات یہی ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور اس سے استدلال درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم

کیا سترہ مسجد میں ضروری نہیں؟

احادیث میں نبی ﷺ کی بابت سترے کے جو واقعات بیان ہوئے ہیں (مثلاً: صحرا، کھلی فضا، عیدگاہ وغیرہ میں) ان سے بعض لوگ استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسجد میں سترہ رکھنا ضروری نہیں۔ لیکن یہ استدلال غیر صحیح ہے۔

اولاً: اس لیے کہ سترے کی تاکید میں جتنی احادیث منقول ہیں وہ مطلق ہیں، اس میں صحرا، عیدگاہ وغیرہ کی تحدید نہیں ہے بلکہ ان کا عموم مسجد اور غیر مسجد دونوں جگہ اس حکم پر عمل کا مقتضی ہے۔

ثانیاً: صحابہ کرام کے عمل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، صحابہ کرام مغرب کی اذان کے بعد دو رکعت پڑھنے کے لیے ستونوں کی طرف دوڑتے تھے، یعنی ان کو سترہ بنا کر دو رکعت پڑھتے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”لقد رأیت أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یبتدرون السواری عند المغرب ,حتی یخرج النبی صلی الله علیه وسلم“

یعنی میں نے صحابہ کرام کو مغرب کے وقت ستونوں کی طرف دوڑتے ہوئے دیکھا حتی کہ رسول اکرم ﷺ تشریف لاتے تھے۔ (صحیح بخاری/۵۰۳)

اسی باب میں جناب سلمہ بن اکوع کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کوشش کر کے ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔

علاوہ ازیں نبی ﷺ جب نماز پڑھاتے تو سامنے جو دیوار ہوتی وہ آپ (کے سجدے والی حالت) سے اتنے فاصلے پر ہوتی کہ صرف بکری گزر سکتی تھی جیسا کہ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے اوپر گزر چکا ہے۔ (صحیح مسلم/۷۸۴)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ دیوار کو سترہ بنا لیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازی اور سترے کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیے، صرف اتنا ہی ہونا چاہیے جتنا معمولِ نبوی سے معلوم ہوتا ہے۔

اس مختصر تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسجد میں نمازیوں کو سنن و نوافل کی ادائیگی کے وقت دیوار کے قریب یا ستون کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔ بصورت دیگر سترے کا اہتمام کیا جائے۔ اگر اس کے بغیر نماز پڑھی جائے گی تو گزرنے والے کے ساتھ ساتھ نمازی بھی عنداللہ مجرم ہو سکتا ہے۔

امام کا سترہ مقتدیوں کی طرف سے کفایت کرے گا

اگر امام کے آگے سترہ ہو تو باقی نمازیوں کو سترہ رکھنے کی ضرورت نہیں، اور اگر سترہ رکھنے کے بعد امام کے سامنے سے کوئی گزر جائے تو امام اور مقتدیوں کی نماز پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ عون بن ابی جحیفہ نے اپنے باپ (وہب بن عبداللہ) سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو بطحاء میں نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کے سامنے عنزہ (ڈنڈا جس کے نیچے پھل لگا ہوا ہو) گاڑ دیا گیا تھا۔ (چونکہ آپ ﷺ مسافر تھے اس لیے) ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت ادا کیں۔ آپ ﷺ کے سامنے سے عورتیں اور گدھے گزر رہے تھے۔ (صحیح بخاری/۴۹۵)

اسی طرح اگر کوئی مقتدیوں کی صف کے بعض حصے سے گزر جائے تو کوئی حرج نہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ اس زمانہ میں بالغ ہونے والا تھا۔ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ لیکن دیوار آپ ﷺ کے سامنے نہ تھی۔ (یعنی دیوار کے علاوہ کوئی اور چیز بطور سترہ تھی) میں صف کے بعض حصے سے گزر کر سواری سے اترا اور میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور صف میں داخل ہو گیا۔ پس کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔ (صحیح بخاری/۴۹۳)

اس حدیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ امام مقتدیوں کا سترہ ہے، اگر کوئی شخص مقتدیوں کی صف سے گزر رہے تو نماز پر کوئی اثر نہیں ہوتا، ہاں اگر امام کے سامنے سترہ نہ ہو اور اس کے سامنے سے کوئی چیز گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی اور اسے نماز کا ثواب ختم ہو جائے گا کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ اگر انسان سترہ نہیں رکھتا ہے تو تین چیزیں نماز کاٹ دیتی ہیں۔ اگر ہمیں کوئی چیز ظاہری طور پر نہیں دکھائی دیتی ہیں تو ہو سکتا ہے کہ شیطان جو ہماری آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے وہ ہماری نماز کو کاٹ دے۔ لہٰذا سترہ امام اور منفرد کے حق میں واجب ہے۔

اگر نمازی سامنے سترہ رکھا ہو پھر بھی کوئی سترہ اور نمازی کے درمیان سے گزرنا چاہے۔ اگر کوئی شخص سترہ رکھ کر نماز پڑھ رہا ہو پھر بھی کوئی انسان، جانور یا بچہ سترہ اور نمازی کے سامنے سے گزرنا چاہے تو اس کو روکنے کی بھرپور کوشش کرے گا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

”إذا کَانَ أَحَدُکُمْ یُصَلِّی فلا یَدَعْ أَحَدًا یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیْهِ، فإنْ أَبَی فَلْیُقَاتِلْهُ، فإنَّ معهُ القَرِینَ .“ یعنی جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے سامنے سے کسی کو نہ گزرنے دے۔ اگر کوئی گزرنے سے نہ باز آئے تو اس سے قتال کرے کیونکہ اس کے ساتھ شیطان ہے۔ (صحیح مسلم/۵۰۶)

اس کی مزید وضاحت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے عمل سے ہوتا ہے کہ انہوں نے نماز اور سترہ کے درمیان سے روکنے والے شخص کو کس سختی سے روکا۔ چنانچہ ابوصالح سمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: رَاَیْتُ اَبَا سَعِیدٍ الخُدْرِیَّ فِی یَوْمِ جُمُعَةٍ یُصَلِّی إِلَی شَیْءٍ یَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَاَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِی اَبِی مُعَیْطٍ اَنْ یَجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْهِ، فَدَفَعَ اَبُو سَعِیدٍ فِی صَدْرِهِ، فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ یَجِدْ مَسَاغًا إِلَّا بَیْنَ

یَدَیۡہِ، فَعَادَ لِیَجۡتَازَ، فَدَفَعَہُ اَبُو سَعِیدٍ اَشَدَّ مِنَ الاُولٰی، فَنَالَ مِنۡ اَبِی سَعِیدٍ، ثُمَّ دَخَلَ عَلٰی مَرۡوَانَ، فَشَکَا اِلَیۡہِ مَا لَقِیَ مِنۡ اَبِی سَعِیدٍ، وَدَخَلَ اَبُو سَعِیدٍ خَلۡفَہُ عَلٰی مَرۡوَانَ، فَقَالَ: مَا لَکَ وَلِابۡنِ اَخِیکَ یَا اَبَا سَعِیدٍ؟ قَالَ: سَمِعۡتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: ''إِذَا صَلَّی اَحَدُکُمۡ إِلٰی شَیۡءٍ یَسۡتُرُہُ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنۡ یَجۡتَازَ بَیۡنَ یَدَیۡہِ، فَلۡیَدۡفَعۡہُ فِإِنۡ اَبٰی فَلۡیُقَاتِلۡہُ فَإِنَّمَا ھُوَ شَیۡطَانٌ''

یعنی میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جمعۃ المبارک کے دن کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھ رہے تھے کہ ابومعیط کے بیٹوں میں سے ایک نوجوان نے ان کے آگے سے گزرنے کی کوشش کی۔ ابوسعید نے اس کو سینے سے دھکیل کر روکنا چاہا۔ نوجوان نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن آگے سے گزرنے کے علاوہ اسے کوئی راستہ نہ ملا۔ وہ پھر اس طرف سے نکلنے کے لیے لوٹا تو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اسے پہلے سے زیادہ زوردار دھکا دیا۔ اس نے اس پر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا۔ بعدازاں وہ مروان کے پاس پہنچ گیا اور ابوسعید رضی اللہ عنہ سے جو معاملہ پیش آیا تھا اس کی شکایت کی۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے مروان کے پاس پہنچ گئے۔ مروان نے کہا: اے ابوسعید! تمہارا اور تمہارے بھتیجے کا کیا معاملہ ہے؟ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''تم میں سے کوئی اگر کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے، پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرنے کی کوشش کرے تو وہ (نمازی) اسے روکے۔ اگر وہ (گزرنے والا) نہ رکے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔'' (صحیح بخاری/۵۰۹، صحیح مسلم/۵۰۵)

آپ غور کریں کہ صحابہ کرام کس سختی سے اپنی نماز کی حفاظت کیا کرتے تھے کہ اگر کوئی سامنے سے گزرنا چاہتا تو اسے روکنے کی بھرپور کوشش کرتے اور اگر کوئی زبردستی جانے کی کوشش کرتا تو اس کے ساتھ سختی سے پیش آیا کرتے تھے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ پیش آیا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شیطان آپ کے سامنے سے گزر کر آپ کی نماز کو کاٹنے کی کوشش کی لیکن رسول اکرم ﷺ نے اسے پکڑ لیا جس کی وجہ سے وہ آپ کی نماز کاٹ نہ سکا۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ھَبَطۡنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مِنۡ ثَنِیَّۃِ اَذَاخِرَ فَحَضَرَتِ الصَّلَاۃُ - یَعۡنِی فَصَلّٰی إِلٰی جِدَارٍ - فَاتَّخَذَہُ قِبۡلَۃً وَنَحۡنُ خَلۡفَہُ، فَجَاءَتۡ بَھۡمَۃٌ تَمُرُّ بَیۡنَ یَدَیۡہِ فَمَا زَالَ یُدَارِئُھَا حَتّٰی لَصَقَ بَطۡنَہُ بِالۡجِدَارِ، وَمَرَّتۡ مِنۡ وَرَائِہِ

یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اذاخر کی گھاٹی میں اترے تو نماز کا وقت ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیوار کو قبلہ بنا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور ہم آپ کے پیچھے تھے، اتنے میں بکری کا ایک بچہ آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرنے لگا، تو آپ اسے دفع کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کا پیٹ دیوار میں چپک گیا، وہ سامنے سے نہ جا سکے، آخر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے ہو کر چلا گیا، مسدد نے اسی کے ہم معنی حدیث ذکر کی۔ (سنن ابوداود/۷۰۸، شیخ البانی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔)

ان تمام حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نمازی کی ذمہ داری ہے کہ وہ سترہ کا اہتمام کرے اور اگر کوئی شخص امام یا منفرد ہے تو اس بات کا خیال رکھے کہ کوئی انسان یا جانور سترہ کے درمیان سے نہ گزرے کیونکہ اس سے صحیح احادیث کی روشنی میں نماز ٹوٹ جاتی ہے یا کم از کم ثواب کم ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۸ کا)

اور امام مالک رحمہ اللہ کا وہ قول بھی رہ رہ کر اپنے اوپر نافذ کرتے رہیں کہ **لیغیظ بھم الکفار** کا حکم ہر شخص پر منطبق ہوگا جو کسی بھی صحابی رسول ﷺ کی کسر شانی کا ارتکاب کرے گا (دیکھیں: السنۃ للخلال (۷۶۰)

لہٰذا اس پُرفتن دور میں ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ کتاب اور سنت کو لازم پکڑے اور فہم سلف کے مطابق تمام شعبہائے زندگی میں عمل کرنے کی کوشش کرے، یقیناً اسی میں بھلائی اور سعادت مندی مضمر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِتَّبِعُوۡا مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَلَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ (سورۃ الاعراف:۳) ''تم لوگ اس کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے، اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کرو، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔''

اور فرمایا: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (سورۃ آل عمران:۳۱) ''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے''۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **وسترون من بعدی اختلافا شدیدا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین وعضوا علیھا بالنواجذ** (جامع الترمذی (ح:۲۶۷۶)، وسنن ابی داود (ح:۴۶۰۷) وسنن ابن ماجہ (ح:۴۲) ''اور تم میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے تو میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کرنا اور اسے ڈاڑھوں سے پکڑ کر رکھنا (یعنی: اس پر مضبوطی سے قائم رہنا)''

☆☆☆

دعوتِ اسلام

مولانا ابوالکلام آزادؒ

انسانی مساوات: نسل انسانی کا مساوات کا اعلان اور نسل وشرف کے تمام امتیازات سے انکار جولوگوں نے بنا رکھے تھے اور جن کی وجہ سے انسانی حقوق پامال ہورہے تھے۔آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا، وضیع ہو یا شریف انسان ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد جو خطبہ ارشاد فرمایا: اس میں قریش کو خطاب کرتے ہوئے یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا فرمادی تھی۔فرمایا:

''اے جماعت قریش! خدا نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباواجداد پر اترانے کا غرور آج توڑدیا (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا۔اللہ فرماتا ہے۔لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے۔گوت قبیلے سب پہچان کے لئے بنادیئے ہیں اور اللہ کے ہاں تو اس کی زیادہ عزت، جس میں تقویٰ زیادہ ہے۔(رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۱۵۶ جس آیت کا ترجمہ دیا گیا ہے وہ سورہ حجرات کی تیرہویں آیت ہے یعنی یاایہا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم

جب تمام انسان ایک ہی ماں باپ (آدم وحوا) کی اولاد ہیں تو انسان ہونے میں امتیازات کی کون سی وجہ ہے؟ پھر خدا کے ہاں عزت کا جو معیار قرار پایا یعنی تقوی وہ ایسا ہے کہ اس میں انسانوں کے درمیان حسد ورقابت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ منافی تقوی ہوگی۔باقی ہر معیار یعنی دولت، عہدہ، رنگ وغیرہ میں حسد ورقابت کے سوا اور کسی بات کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

دین کی اصل عظیم: دین کی اصل عظیم کا اعلان کہ سعادت ونجات کی راہ سچی خدا پرستی اور نیک عملی کی زندگی سے حاصل ہوتی ہے۔اصل شے دل کی پاکی اور عمل کی نیکی ہے۔شریعت کے ظاہری احکام ورسوم بھی اسی لئے ہیں کہ یہ مقصود حاصل ہو۔

نزول قرآن کے وقت دنیا کی ایک عالمگیر مذہبی گمراہی یہ تھی کہ لوگ سمجھتے تھے، دین سے مقصود محض شریعت کے ظواہر ورسوم ہیں اور انھیں کے کرنے، نہ کرنے پر نجات وسعادت موقوف ہے۔پس جہاں تک دین کا تعلق ہے، ساری طلب مقاصد کی ہونی چاہیے نہ کہ وسائل کی۔

ابراہیم علیہ السلام کی راہ: دین کی جو راہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار کی تھی، وہ کیا تھی؟ ان کے بعد ان کی اولاد جس طریقے پر چلتی رہی، وہ کون سا طریقہ تھا؟ خود حضرت یعقوب نے بستر مرگ پر جس دین کی وصیت کی تھی وہ کونسا دین تھا؟ یقیناً وہ یہودیت اور مسیحیت کی گروہ بندی نہ تھی (اس وقت تک یہودیت اور مسیحیت کا تو وجود بھی نہ تھا) وہ صرف خدا پر ایمان لانے اور اس کے قانون سعادت کی فرمانبرداری کرنے کی فطری اور عالمگیر سچائی تھی۔اسی کی دعوت قرآن نے دی۔

دین الٰہی کو اسلام (ملاحظہ فرمایئے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ (بلاشبہ اصل دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے) (آل عمران:۱۹) وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ (جو کوئی الاسلام کے سوا کسی دوسرے دین کا خواہش مند ہوگا تو وہ کبھی قبول نہیں کیا جائے گا۔(آل عمران:۸۵) ورضیت لکم الاسلام دینا (تمہارے لئے پسند کرلیا کہ دین اسلام ہو) کے نام سے تعبیر کیا گیا، جس کے معنی اطاعت کرنے کے ہیں یعنی ہر طرح کی نسبتوں اور گروہ بندیوں سے الگ جو کہ صرف اطاعت حق کی طرف انسانوں کو دعوت دی جائے۔

عمل کی کمائی: قانون الٰہی یہ ہے کہ ہر فرد کو وہی پیش آتا ہے، جو اس نے اپنے عمل سے کمایا ہے۔نہ تو ایک کی نیکی دوسرے کو بچا سکتی ہے اور نہ ایک کی بدعملی کے لئے دوسرا جوابدہ ہوسکتا ہے۔

انسان کے لئے قدامت پسندی کا پھندا بڑا ہی سخت ہے۔اس کے پیچ سے وہ نکل نہیں سکتا۔ہمیشہ ماضی کے افسانوں میں گم رہے گا۔مسلمانوں کے دوفرقے آج تک اس نزاع سے فارغ نہیں ہوئے کہ تیرہ سو برس پہلے سقیفہ (بنوساعدہ) میں خلافت کا جو انتخاب ہوا تھا وہ صحیح تھا یا غلط؟ قرآن کہتا ہے: تلک امتہ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم اب اس کے پیچھے پڑے رہنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔تم اپنی خبر لو۔ان کے اعمال ان کے لئے تھے اور تمہارے تمہارے لئے ہیں۔

دنیا پرستی کا غرور: دین حق دنیا کا نہیں، دنیا پرستی کے غرور وسرشاری کا مخالف ہے۔یہی دنیا پرستی کا غرور انسان کو خدا پرستی اور راست بازی سے بے پروا کردیتا ہے۔جب اسے طاقت اور حکومت مل جاتی ہے تو غرض ونفس کی پرستش میں وہ سب کچھ کرگزرتا ہے، جو دنیا میں انسان کا ظلم وفساد کرسکتا ہے۔جو لوگ سچے خدا پرست ہیں۔وہ دنیا میں کتنے ہی مشغول ہوں، مگر ان کے پیش نظر نفس پرستی نہیں، صرف رضائے الٰہی ہوتی ہے۔

آخرت کی نجات: آخرت کی نجات کا دارومدار تمام تر ایمان وعمل ہے وہاں نہ تو نجات کی خرید وفروخت ہوسکتی ہے نہ کسی کی دوستی اور آشنائی کام دے سکتی ہے۔ نہ کسی کی سفارش سے کام نکالا جاسکتا ہے (کسی نیک اور بزرگ ہستی سے حسن عمل کا سبق لیا جاسکتا ہے۔ اس کی صحبت میں بیٹھ کر اپنی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ اہل علم سے مسائل پوچھے جاسکتے ہیں۔ لیکن نجات کا انحصار اپنے ہی ایمان وعقل پر یا اللہ کی رحمت پر ہے۔ کسی کی سعی وسفارش کچھ اعانت نہیں کرسکتی۔ ایسا تصور ہی سراسر غیر اسلامی ہے۔

حق وباطل کامعیار: حق وباطل کے معاملے میں انسانوں کی قلت وکثرت معیار نہیں۔ گمراہی وحق فراموشی کے ایسے اوقات بھی آجاتے ہیں کہ نوع انسانی کی اکثریت حق ویقین کی روشنی میں سے محروم ہوجاتی ہے ایسا ہی دور نزول قرآن کے وقت بھی دنیا پر چھایا ہوا تھا۔ گمراہوں کی کثرت نہ دیکھو۔ یہ دیکھو کہ کون سی راہ یقین اور بصیرت کی راہ ہے اور کون سی جہل وگمان کی (حق کی راہ یقین وبصیرت ہی کی راہ ہے نہ کہ جہل وگمان کی۔ اگرچہ بہت تھوڑے آدمی اس راہ پر کاربند ہوں آج دنیا کی آبادی میں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، نہ کہ مسلمانوں کی۔ پھر کیا اس بنا پر اکثریت کے مطابق حق کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے؟ ابتدائی دور میں مسلمان بہ مشکل چندلاکھ ہوں گے لیکن انھوں نے حیرت انگیز سعی وہمت اور نادیدہ جوش فداکاری سے چندسال کے اندر روئے زمین کے گوشے گوشے میں نورحق کا اجالا کردیا۔ آج ان کی بھیڑ ساٹھ کروڑ بتائی جاتی ہے لیکن وہ اپنے آپ کو باطل کی ظلمت کاریوں سے محفوظ رکھنے میں بے بس نظر آتے ہیں بلکہ وہ گروہ در گروہ ایسے طور طریقے اختیار کئے بیٹھے ہیں جنھیں حق نہیں باطل کے شاخسانے ہی کہا جاسکتا ہے۔

منکرین آخرت: جولوگ منکرین آخرت ہیں یعنی محاسبہ اعمال پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ ان کی ذہنیت چار حال سے خالی نہیں۔

ا۔ انھیں خدا سے ملنے کی توقع نہیں۔

ب۔ وہ صرف دنیوی زندگی میں خوشنود ہوتے ہیں۔

ج۔ اس حالت کے خلاف ان کے اندر کوئی خلش پیدا نہیں ہوتی۔ اسی پر وہ مطمئن ہوگئے ہیں۔ د۔ ان کے ذہن وادراک میں اس درجہ تعطل پیدا ہوگیا ہے کہ قدرت کی تمام نشانیاں جو چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ انھیں بیدار نہیں کرسکتیں۔

ان میں سے ہر بات نہ صرف بیان حال ہے بلکہ بجائے خود ایک دلیل بھی ہے اور یہی قرآن کی معجزانہ بلاغت ہے۔

مشکلیں اور آزمائشیں: اور بہترین امت (خیر امة اخرجت للناس) ہونے کا نصب العین، یہی وہ بنیادی عناصر تھے جو موجودہ امت کی نشو ونما کے لئے ضروری تھے۔ یہ تمام مراتب ظہور میں آگئے تو پیروان دعوت قرآن کو سرگرم عمل ہوجانے کا حکم مل گیا۔

سرگرم عمل ہوجانے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مشکلیں اور آزمائشیں پیش آئیں اس لئے صبر واستقامت اور جاں فروشی کی بھی دعوت دی گئی۔

صبر وثبات: فرمایا: ا۔ صبر اور نماز کی قوتوں سے مدد لو۔ صبر کی حقیقت یہ ہے کہ مشکلات ومصائب کو جھیلنے اور نفسانی خواہشوں سے منسوب نہ ہونے کی قوت پیدا کی جائے۔ نماز کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر وفکر سے روح کو تقویت ملتی ہے۔ جس جماعت میں یہ دو قوتیں (صبر اور نماز) پیدا ہوجائیں، وہ کبھی ناکام نہیں ہوسکتی۔

ب۔ جو جماعت موت سے ڈرتی ہے وہ کبھی زندگی کی کامرانیاں حاصل نہیں کرسکتی۔ راہ حق میں موت، موت نہیں، سرتاسر زندگی ہے۔

کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں اور کتنی ہی بڑی جماعتیں ہیں جو چھوٹی جماعتوں سے شکست کھا جاتی ہیں۔ فتح وشکست کا مدار افراد کی قلت وکثرت پر نہیں، دلوں کی قوت پر ہے۔ اللہ کی مدد انھیں لوگوں کا ساتھ دیتی ہے جو صابر اور ثابت قدم ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کا نصب العین: مسلمانوں کا جماعتی نصب العین یہ نہیں قرار دیا گیا کہ وہ طاقتور قوم بنیں یا سب سے برتر گروہ ہوں کیونکہ طاقت وبرتری میں جماعتی گھمنڈ اور قومی حرص وآز کا لگاؤ تھا اور یہ بات انسانیت کے امن وسلام اور مساوات واخوت کے منافی تھی۔ پس صرف خیر اور بہتر ہونے پر زور دیا گیا۔ (کنتم خیر امة اخرجت للناس) جس کی تمام تر روح اخلاق اور معنوی محاسن پر مبنی ہے۔ جس جماعت کا نصب العین یہ ہوگا کہ وہ سب سے اچھی اور نیک ہو وہ طاقتوں کے غرور اور قومی نخوت وبرتری کے مفاسد سے آلودہ نہیں ہوسکتی۔ اور حق یہ ہے کہ خیر وسعادت میں سب سے بڑھ کر ہونے کے بعد کسی جماعت کی معنوی قوت میں کون سی چیز کی کمی رہ سکتی ہے اور معنوی قوت سے بڑھ کر کون سی قوت ہے جو امن وسلام کی ضامن ہو؟

وحدت دعوت: قرآن مجید نے (دین حق کی اس اصل عظیم کی طرف بھی اشارہ کردیا کہ تمام نبی علیہم السلام صرف ایک ہی دین کے داعی تھے۔ جب اللہ کا دین ایک ہے تو تمام رہنما ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں۔ جو ان میں تفریق کرتا ہے، وہ پورے سلسلہ ہدایت ہی کا منکر ہے۔ اللہ کا دین اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس کے ٹھہرائے ہوئے قوانین فطرت کی اطاعت کی جائے اور آسمان وزمین میں جس قدر مخلوق ہے، سب قوانین الٰہی کی اطاعت کررہی ہے۔ پھر اگر تمہیں اللہ کے قوانین فطرت سے انکار ہے تو اللہ کے قانون کے سوا کائنات ہستی میں اور کون سا قانون ہوسکتا ہے۔

(ماخوذ از: رسول رحمت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باصد ہزار شوکت وشان ست جلوہ ریز

ایں حا بیا کہ جلسہ علمی مذاکرہ

مذاکرہ علمیہ

کا

بتیسواں دوروزہ اجلاس عام وسیمینار

بتاریخ ۱۹/۲۰ ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق ۴/۵ نومبر ۲۰۲۳ء بروز سنیچر، اتوار

زیر اہتمام: دارالعلوم احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ

ان شاء اللہ نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہورہا ہے

اس موقع پر فارغین کی دستار بندی کے علاوہ طلبہ کی انجمن نادی الاصلاح کا خصوصی پروگرام بھی ہوگا۔ (تفصیلات عنقریب شائع کی جائیں گی)

برادران اسلام سے پرخلوص گذارش ہے کہ اجلاس میں شرکت فرماکر علماء کرام کے بصیرت افروز خطابات سے قلوب واذہان کو منور کریں اور اجلاس کو کامیاب بنائیں۔

الداعی (ڈاکٹر) سید عبدالعزیز سلفی ناظم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ، لہریا سرائے، دربھنگہ (بہار)

موبائل: 9122862233 - 9835893827 - 7033699169

مولانا ابوالکلام آزاد اور تحریک آزادیِ ہند

نعمت اللہ عقیل

ہندوستان کی اپنی ایک شاندار اور توانا تاریخ رہی ہے، خواہ وہ ہندوستانی تاریخ میں ویدی دور ہو یا ہرپا دور، گپتا ہو یا گرجر، موریا ہو یا راجپوت، عرب ہو یا سلاطین دہلی، مغلیہ ہو یا مراٹھا یا پھر انگریزوں کا دور ہو، ان سارے ادوار میں مسلمانوں کا آٹھ سو سالہ دور کی ایک الگ تاریخ رہی ہے۔ پھر انگریزوں کا جابرانہ وظالمانہ قبضہ اور تسلط اور اس کے بعد جنگ آزادی میں مسلمانوں کا کردار، کیا ہی دردناک اور دلچسپ تاریخ ہے، جو انسان کو ہمت وتوانائی عطا کرتی ہے، یہاں جنگ آزادی کی تحریک میں مولانا آزاد رحمتہ اللہ کے کردار کے تعلق سے کچھ باتیں حوالۂ قلم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مولانا آزاد کی شخصیت مختلف النوع انفراد وامتیاز کی حامل تھی۔ قائد، سیاست داں، مدبر، عالم دین، مفسر قرآن، ادیب، صحافی، مصلح اور خطیب جیسی گوناگوں حیثیتوں سے اپنی شناخت رکھتے تھے۔ ان کی شخصیت خود میں ایک انجمن تھی، انہیں نہ صلہ کی خواہش تھی، اور نہ ستائش کی تمنا۔ انہوں نے ایک طرف محررانہ انداز میں لوگوں کو انگریزی سامراج کے خلاف بیدار کیا وہیں دوسری طرف مقررانہ انداز میں بھی لوگوں کو بیدار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مولانا کے دل میں مسلمانوں کے لئے ایک تڑپ، محبت اور یہ چاہت تھی کہ مسلمان اسلام پر قائم ودائم رہ کر ہندوستان کی آزادی میں بھرپور حصہ لیں اور غلامی کی زنجیروں کو پیروں تلے روندنے کی کوشش کریں۔ انہوں نے سیاست میں بھی قدم رکھا اور آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم بنے، مولانا آزاد اپنی عمر کے آخری وقت تک مسلمانوں کو بیدار اور متحد کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مولانا آزاد ۱۸۸۸ء (۱) میں مکہ مکرمہ کے محلّہ قدوہ متصل باب السلام میں پیدا ہوئے، والد محترم نے مولانا کا نام احمد رکھا، جب کہ تاریخی نام فیروز بخت، لقب ابوالکلام اور تخلص آزاد تھا، فروری ۱۹۸۵ء (۲) کو اس دنیا سے یہ چراغ ہمیشہ ہمیش کے لئے گل ہو گیا۔

عالمی تاریخ میں ہندوستان کی تحریک آزادی کی روداد ایک نئے اور شاندار باب کا اضافہ کرتی ہے، تحریک آزادی میں الگ الگ وقت میں الگ الگ رہنماؤں نے قیادت اور سپہ سالاری کا کام انجام دیا اور ہندوستان کے لوگ خصوصاً مسلمانوں کو ایک نئی راہ کی طرف رہنمائی کی جو انہیں آزادی کی طرف لے کر جائے، انہیں رہنماؤں میں سے ایک رہنما مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمہ کی ہے جنہوں نے تحریک آزادی کی روح پھونکی اور خط وکتابت اور اخبار کے ذریعہ سے امت کے جو پڑھے لکھے طبقے تھے انہیں جگانے اور اکسانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مولانا آزاد تحریک آزادیِ ہند کے عظیم رہنما تھے، تحریری طور پر جو آپ نے تحریک شروع کی وہ اک کامیاب تحریک رہی۔

مولانا آزاد ہندوستان کی تاریخ میں تنہا ایک ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے کم عمری ہی میں اپنا سکہ جمانا شروع کر دیا، اس سلسلے میں ان کی بہن کا قول ہے کہ: ''مولانا آزاد نے بچپن نہیں دیکھا، چھ سات برس کی عمر ہی سے معلوم ہوتا تھا کہ ننھے ننھے کاندھوں پر ایک سر ہے جس میں ایک بڑا اونچا دماغ ہے'' ان کی عظمت کے اعتراف میں بلبل ہند سروجنی نائیڈو کا یہ قول بھی بڑا وزن دار ہے کہ ''مولانا کی ذہنی عمر ان کی ولادت کے وقت پچاس برس تھی'' دراصل مولانا آزاد نے جنگ آزادی کے سپاہی کی حیثیت سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا مگر جلد ہی ان کا شمار اس کے سالاروں میں ہونے لگا۔ (۳)

مولانا آزاد نوعمری ہی سے مختلف جرائد واخبارات میں کام کر چکے تھے اور ناموری حاصل کر لی تھی، لیکن اس وقت کے دو واقعات نے مولانا آزاد کو صحافت سے باہر قیادت میں قدم رکھنے پر مجبور کر دیا۔ ان میں پہلا واقعہ تقسیم بنگال ہے جس کے خلاف مولانا آزاد تھے، اور اس سلسلے میں تقسیم کے خلاف چلائی جانے والی تحریک خلافت کے رہنماؤں سے مل کر اس میں شامل ہونا چاہا تو اربندو گھوش اور شیام سندر چکروتی نے بڑا تعجب کا اظہار کیا۔ دوسرا واقعہ ۱۹۰۸ء میں مصر، شام، ترکی اور فرانس کا سفر تھا۔ اس سفر میں مولانا آزاد نوجوان رہنماؤں سے ملے اور وہاں سے آنے کے بعد مولانا آزاد نے یہ محسوس کیا کہ ہندوستانی مسلمانوں کو بیدار کیا جائے اور اس کے لئے مولانا آزاد نے ۱۹۱۲ء میں الہلال جاری کیا جو اردو صحافت کی دنیا میں شاندار باب کا اضافہ تھا۔

الہلال کیا تھا؟ یہ ایک مصور ہفتہ واری پرچہ تھا جسے مولانا آزاد نے جاری کیا، اس میں اکثر وبیشتر ایسی تحریریں ہوتیں جس سے ایک مسلمان بیدار ہو اور آزادی کے لئے جدوجہد شروع کریں، پھر کیا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے اسے شہرت ملی اور ببانگ دہل مولانا آزاد نے لوگوں کو تحریک آزادی میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ مولانا آزاد نے لوگوں کو اس کے ذریعہ بیدار کیا اور مسلمانوں کے ضمیر کو جھنجھوڑا اور بے حسی کے خواب سے نکلنے کی دعوت دی، مولانا آزاد لکھتے ہیں:

''وہ صور کہاں سے لاؤں جس کی آواز چالیس کروڑ دلوں کو خواب غفلت سے

بیدار کردے۔ میں اپنے ہاتھوں میں وہ قوت کیسے پیدا کروں کہ ان کی سینہ کوبی کے شور سے سرگشتگان خواب موت سے ہوشیار ہو جائیں۔ دشمن شہر کے دروازوں کو توڑ رہے ہیں اور اہل شہر رونے میں مصروف ہیں۔ ڈاکوؤں نے قفل توڑ دیے ہیں اور گھر والے سوئے ہوئے ہیں۔ لیکن اے رونے کو ہمت، اور مایوسی کو زندگی سمجھنے والوں، یہ کیا ہے کہ تمہارے گھر میں آگ لگ چکی ہے، ہوا تیز ہے اور شعلوں کی بھڑک سخت ہے، مگر تم میں سے کوئی نہیں جس کے ہاتھ میں پانی ہو۔ پھر اگر اسی وقت کے منتظر تھے تو کیا نہیں سنتے کہ وقت آ گیا ہے۔ اگر تم کشتی کے ڈوبنے کا انتظار کر رہے تھے تو کیا نہیں دیکھتے کہ اس میں دیر نہیں۔۔۔۔۔۔'' (۴)

مولانا آزاد مسلمانوں کو ابھارتے رہے اور لکھتے رہے کہ مسلم امہ ڈرپوک قوم نہیں بلکہ مسلمانوں کی تاریخ اس بات پر شاہد کہ مسلم قوم غلامی کی طوق کو برداشت کرنے والی نہیں ہے، مولانا آزاد مزید لکھتے ہیں:

''جو ہونے والا ہے اس کو کوئی قوم اپنی نحوست سے نہیں روک سکتی۔ یقیناً ایک دن آئے گا جب کہ ہندوستان کا آخری انقلاب ہو چکا ہوگا۔ غلامی کی وہ بیڑیاں جو خود اس نے اپنے پاؤں میں ڈالی ہے بیسویں صدی کی ہوائے حریت کی تیغ سے کٹ کر گر چکی ہوں گی اور وہ سب ہو چکے گا جس کا ہونا ضروری ہے۔ فرض کیجئے کہ اس وقت ہندوستان کی ملکی ترقی کی ایک تاریخ لکھی گئی تو آپ کو معلوم ہے کہ اس میں سات کروڑ انسانوں کی نسبت کیا لکھا جائے گا؟ اس میں لکھا جائے گا کہ ایک بدبخت و زبوں طالع قوم جو ہمیشہ ملکی ترقی کے لئے ایک روک، ملک کی فلاح کے لئے ایک بدقسمتی، راہ آزادی میں سنگ گراں، حاکمانہ طمع کا کھلونا، دست اجانب میں بزیچہ کعب، ہندوستان کی پیشانی پر ایک گہرا زخم اور گورنمنٹ کے ہاتھ میں ملک کی امنگوں کو پامال کرنے کے لئے ایک بہترین پتھر بنی رہی۔ پھر اس میں لکھا جائے گا کہ یہ حالت اس قوم کی تھی جو آہ ثم آہ! کہ مسلم تھی جو اپنے ساتھ انسانی شرف وجلال کی ایک عظیم ترین تاریخ رکھتی تھی، جس کو دنیا کی وراثت اور خلافت دی گئی تھی جو دنیا میں اس لئے بھیجی گئی تھی تاکہ انسانی استبداد و استعباد کی زنجیروں سے بندگان الٰہی کو آزاد کرائے'' (۵)

مولانا نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کو شرف وعظمت کو یاد دلایا اور تاریخ ہند میں اپنا مقام لکھوانے کے لئے ہر طرح کی کوششیں کرتے رہیں آگے لکھتے ہیں:

''اگر تم کہو کہ تاریخ ہند میں ہمارے لئے بھی ایک شرف وعظمت کا باب ہوگا تو تم خاموش رہو اور مجھ سے کہو میں اسے پڑھا دوں۔ بے شک ایک باب ہوگا مگر جانتے ہو اس میں کیا لکھا ہوگا؟ اس میں لکھا ہوگا کہ ہندوستان ملکی ترقی اور ملکی آزدی کی راہ میں بڑھا، ہندوؤں نے اس کے لئے اپنے سروں کو ہتھیلی پر رکھا مگر مسلمان غاروں کے اندر چھپ گئے، انہوں نے پکارا، مگر انہوں نے اپنے منھ اور زبان پر قفل چڑھا دیے۔'' (۶)

مولانا آزاد ہندو مسلم کے اتحاد کے علم بردار تھے، اور اس بات کو انہوں نے پرکھ لیا تھا کہ یہاں سے انگریزوں کو بھگانے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ ہندو مسلم مل کر جنگ آزادی میں حصہ لیں۔ چنانچہ ۱۹۳۳ء کی انڈین نیشنل کانگریس کے دہلی اجلاس میں آپ نے کہا تھا کہ: ''ہندو مسلم اتحاد کے بغیر آزادی نہیں مل سکتی بلکہ اس کے بغیر انسانیت کی ابتدائی اصول بھی اپنے اندر نہیں پیدا کر سکتے۔ آج اگر ایک فرشتہ آسمان کی بدلیوں سے اتر آئے اور قطب مینار پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کردے کہ سوراج ۲۴ گھنٹے کے اندر مل سکتا ہے بشرطیکہ ہندوستان ہندو مسلم اتحاد سے دست بردار ہو جائے تو میں سوراج سے دست بردار ہو جاؤں گا مگر اس سے دست بردار نہیں ہوں گا، کیوں کہ اگر سوراج ملنے میں تاخیر ہوگی تو یہ ہندوستان کا نقصان ہوگا لیکن اگر ہمارا اتحاد جاتا رہا تو عالم انسانیت کا نقصان ہوگا'' (۷)

مختصر یہ کہ مولانا آزاد ایک ایسی شخصیت کے حامل تھے جنہوں نے قدم قدم پر مسلمانوں اور غیر مسلموں کو ایک ہو کر جنگ آزادی پر ابھارتے رہے اور بالآخر ملک عزیز ہندوستان انگریزوں کی ظالمانہ اور سفاکانہ حکومت سے آزاد ہوا، اور مولانا آزاد کی دلی خواہش تھی کہ ہند عزیز جہاں مسلمانوں کی تاریخ رہی ہے اسے تقسیم نہ کیا جائے، اور جب مسلمانان ہند اپنے وطن کو چھوڑ کر پاکستان جا رہے تھے تو آپ نے لال قلعہ سے آواز دیتے ہیں اور کہتے ہیں'' آخر کہاں جا رہے ہو اور کیوں جا رہے ہو؟ یہ دیکھو! مسجد کے مینار تم سے جھک کر سوال کرتے ہیں کہ تم نے اپنی تاریخ کے صفحات کو کہاں گم کر دیا؟ ابھی کل کی بات ہے کہ یہیں جمنا کے کنارے سے تمہارے قافلوں نے وضو کیا تھا اور آج تم کو یہاں رہتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے؟ حالانکہ دلی تمہارے خون سے سینچی ہوئی ہے'' (۸)

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان کی ترقی کے لئے کوششیں کرتے رہیں، اور اسلام پر ثابت قدم رہ کر ملک کے جو بھی قربانیاں ہوں اسے دینے کے لئے تیار رہیں۔ وہ دن دور نہیں کہ ہندوستان پھر سے ہرا بھرا نہ ہو اور ضرور ہوگا۔ مولانا آزاد کی قربانیوں کو یاد کریں ان کی تحریروں کو عام کرنے کی کوشش کریں، شاید ان کی تحریروں سے ہم سبق حاصل کریں۔

کوئی نالاں کوئی گریاں کوئی بسمل ہو گیا
اس کے اٹھتے ہی دگرگوں رنگ محفل ہو گیا۔
آزاد

حوالہ جات: (۱) پروفیسر، نظامی ظفر احمد، مولانا آزاد کی کہانی، مکتبہ پیام تعلیم جامعہ نگر، نئی دہلی، ۱۹۸۸ء، ص: ۱۰ (۲) ایضاً ص: ۹۸ (۳) پروفیسر، نظامی ظفر احمد، ہندوستان کے چند سیاسی رہنما، انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دہلی، ۲۰۰۰، ص: ۱۲۲ (۴) ایضاً ص: ۱۲۳ (۵) ایضاً ص: ۱۲۴ (۶) ایضاً ص: ۱۲۴ (۷) آزاد، ابوالکلام، خطبات آزاد، ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء، ص: ۲۰۵ (۸) ایضاً ص: ۳۴۰

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی

سعودی عرب کے وزیر برائے دینی امور ودعوت وارشاد شیخ عبداللطیف آل شیخ سے مکہ مکرمہ میں ملاقات

۱۶/اگست ۲۰۲۳ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی ان دنوں سعودی عرب کے سفر پر ہیں جہاں آپ نے مکہ مکرمہ میں مورخہ ۱۳ تا ۱۴/اگست ۲۰۲۳ منعقدہ عالمی کانفرنس میں شرکت کی جو سعودی عرب کے فرماں رواشاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ کی سربراہی اور وزارت برائے دینی امور، دعوت و ارشاد کے زیر انتظام منعقد ہوا اور اس کانفرنس میں پچاسی ملکوں کے تقریباً ڈیڑھ سو علمائے کرام اور مفتیان عظام شریک ہوئے۔ وطن عزیز ہندوستان سے امیر محترم کے علاوہ جن علمائے کرام نے شرکت کی ان میں ڈاکٹر عبداللطیف کندی، مولانا عبدالسلام سلفی، مولانا اسعد اعظمی، جمعیت علمائے ہند کے صدر مولانا ارشد مدنی، مولانا محمد رحمانی اور مولانا عبدالمجید الصلاحی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ یہ کانفرنس تاریخی کامیابیوں سے ہمکنار ہوئی اس میں اتحاد واتفاق کو فروغ دینے اور انتہا پسندی سے نمٹنے کا عزم کیا۔ عزت مآب وزیر اسلامی امور سعودی عرب شیخ ڈاکٹر عبداللطیف آل الشیخ نے کانفرنس کے شرکاء کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ یہ کانفرنس مشاورت کے عظیم اسلامی تصور کی آئینہ دار ہے۔ مملکت سعودی عرب انصاف، رحم دلی، میانہ روی، اعتدال پسندی اور اسلام کے شفاف پیغام کی علمبردار ہے۔ یہ کانفرنس اعتدال و وسطیت کو فروغ دینے کے لیے مملکت سعودی عرب کی ان مبارک کوششوں کا تسلسل ہے جس کے لیے وہ یوم اول سے کوشاں ہے۔ اور اس کا مقصد مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا فروغ، دہشت گردی کا خاتمہ اور انتہاء پسندی سے نمٹنے کے لیے مملکت کے مشن کو آگے بڑھانا ہے۔ امیر محترم اور کانفرنس کے دیگر شرکاء نے مملکت سعودی عرب کی اعتدال و وسطیت کو فروغ دینے کی مساعی کو سراہتے ہوئے اس کانفرنس کے مقام مکہ مکرمہ وموضوع کے انتخاب، حسن انتظام اور کامیاب انعقاد پر مملکت سعودی عرب کے فرماں رواشاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود، ولی عہد محمد بن سلمان آل سعود، وزیر اسلامی امور شیخ ڈاکٹر عبداللطیف بن عبدالعزیز آل شیخ، وکیل الوزارہ اور مختلف کمیٹیوں کے ذمہ داروں کا شکریہ ادا کیا۔ اور کانفرنس کے اخیر میں بیانیہ اور اختتامیہ بھی سامنے آیا جس میں اعتدال و وسطیت، امن وشانتی، انسانی بھائی چارہ، اہل مذاہب کے مابین رواداری، بقائے باہمی کی اقدار کو فروغ دینے اور قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے پر زور دیا گیا، انتہا پسندانہ نظریات اور معاشروں کو الحاد و تطرف سے بچانے کی تلقین کی گئی اور دنیا بھر میں مذہبی امور اور فتویٰ کے شعبوں کے درمیان رابطے کو مضبوط بنانے کا بطور خاص ذکر کیا گیا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری پریس ریلیز کے مطابق اس سفر میں امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے سعودی عرب کے وزیر برائے دینی امور ودعوت وارشاد عزت مآب شیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ وتولاہ سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ مختلف اہم امور پر تبادلہ خیال کیا۔ اس اہم ملاقات میں سعودی عرب کے ساتھ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دیرینہ تعلقات کا بھی ذکر آیا۔ معالی الشیخ عبداللطیف عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ہمہ جہت سرگرمیوں کے بارے میں جان کر خوشی واطمینان کا اظہار کیا اور ہندوستانی مسلمانوں خصوصاً اہل حدیثوں سے اپنے لگاؤ اور الفت کا تذکرہ فرمایا۔

اس موقع پر وزیر برائے دینی امور، دعوت وارشاد عزت مآب شیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز آل شیخ نے امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو قرآن کریم کا آب زر سے لکھا ہوا ایک بیش قیمتی نسخہ تحفتاً پیش کیا، ان کی خوب عزت افزائی فرمائی اور آپ کی دینی وملی خدمات کو سراہا۔

پریس ریلیز کے مطابق اس سفر میں امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے متعدد عالمی شخصیات سے ملاقاتیں کیں جن میں شیخ عبداللہ بن سلیمان المنیع رکن سپریم علماء کونسل، امام کعبہ شیخ عبدالرحمان السدیس، شیخ سلیمان الرحیلی، شیخ صالح السحیمی وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

نعمت آزادی کے تقاضوں کو پورا کریں

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، اوکھلا، نئی دہلی میں پروقار تقریب یوم آزادی کا انعقاد

دہلی: ۱۶/اگست ۲۰۲۳ء

آج یوم آزادی ہے، ہر ہندوستانی خواہ وہ دنیا کے جس خطے میں بھی ہو بے پناہ خوشیوں سے سرشار ہے اور وطن عزیز کے ہر تعلیمی وثقافتی ادارے خصوصاً دینی مدارس و جامعات تقریبات وجشن یوم آزادی نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منارہے ہیں۔ یوم آزادی سبھی دیش واسیوں کو مبارک ہو۔ یہ دن دراصل اپنے ملک و وطن کی تعمیر و ترقی کے لیے تجدید عہد کا دن ہے۔ آیئے ہم مضبوط عزم کریں کہ ہم اپنے کسی قول و فعل اور حرکت وعمل کے ذریعہ اس نعمت آزادی پر حرف نہیں آنے دیں گے اور جس مبارک جذبے سے ہمارے بزرگوں ہندو مسلم سکھ عیسائی سب نے مل کر جان ومال کی بیش قیمت قربانی پیش کر کے دیش کو آزادی دلائی تھی ہم اسی اسپرٹ اور جذبے کے ساتھ ملک کی تعمیر وترقی، روایتی گنگا جمنی وراثت وتہذیب، قومی یک جہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی بقا اور امن وقانون اور آئین کے تحفظ کے لیے مل جل کر مساعی صرف کرتے رہیں گے۔ یوم آزادی کا یہی پیغام ہے جو ہر سال پندرہ اگست ہم کو دیتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے کیا۔ موصوف کل مورخہ ۱۵؍اگست کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام چل رہے اعلیٰ تعلیمی وتربیتی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ واقع اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی میں منعقد تقریب یوم آزادی میں پرچم کشائی کے بعد آن لائن خطاب کررہے تھے۔ کیوں کہ امیر محترم ان دنوں مکہ مکرمہ میں منعقد ہوئی دوروزہ عالمی کانفرنس میں شرکت کے لیے مملکت سعودی عرب کے سفر پر ہیں۔

امیر محترم نے حاضرین سے آن لائن خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ نعمت آزادی ہمیں کیسے ملی؟ کس سے ملی اور اس قدر عظیم الشان ملک کیسے غلام بن گیا، ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اور اسے جاننا ہر دیس واسی خصوصا نئی نسل کے لیے ضروری ہے کیوں کہ ان حقائق کو جاننے کے بعد ہی ہم آزادی کی حقیقی قدر وقیمت کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہمیں اس مبارک موقع پر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ قومیں کیوں کر تباہ وبرباد ہوتی ہیں، کس طرح انحطاط اور زوال کا شکار ہوجاتی ہیں اور بالآخر ایک دن غلامی کی خونیں زنجیروں میں گرفتار ہوجاتی ہیں؟ تاریخ سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

امیر محترم نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہم اس نعمت آزادی کی قدر کریں اور اپنی قومی، ملی اور خانگی زندگی میں ہر اس رویے اور طور طریقے سے کوسوں دور رہیں جو بڑی بڑی ترقی یافتہ اور آزاد قوموں کو بھی غلامی کی دلدل میں دھکیل دیتی ہیں۔ یہ قوموں کی زندگی کا نہایت ہی المناک موڑ ہوتا ہے اسے سمجھنے اور قوم وملت کو توڑنے والے عناصر سے ملک وقوم کو بچانے کی ضرورت ہے۔ یہ غلامی آزادی کے نام پر نفس کی غلامی سے شروع ہوتی ہے اور دھیرے دھیرے اصلی غلامی کی طرف لے جاتی ہے۔ آج ہر سطح پر سوچنے اور مدارس و جامعات کے ذمہ داران، ملی ورفاہی تنظیموں اور سول سوسائٹیز کے عہدیداران اور سیاسی وسماجی جماعتوں کو چوکنا رہنے اور نئی نسل کو جدوجہد آزاد کے حوالے سے اسلاف کے روشن کارناموں سے آگاہ کرانے کی ضرورت ہے۔ بصورت دیگر قومیں مٹ جاتی ہیں، جماعتیں تباہ ہوجاتی ہیں اور گھر، خاندان اور سماج بکھر جاتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ ایسے نازک وقت میں لوگ ایک دوسرے پر الزام دھر کر اپنی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہونے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اور اس طرح ایک دن نکبت وذلت اور ادبار ایسی قوموں اور جماعتوں کا مقدر بن کر رہ جاتی ہے۔ اور یہی کچھ وطن عزیز کے ساتھ ہوا جب ہماری غفلت کی وجہ سے وطن عزیز غلامی کی زنجیر میں جکڑ دیا گیا۔ لوگ پا بجولاں قید وبند اور دار ورسن تک پہنچائے گئے۔ لوگ اپنے ہی گھر میں اجنبی بن کر رہ گئے، نہ مساجد محفوظ رہیں نہ مندر بچ پائے، نہ گرجا گھر اور نہ ہی دیگر عبادت گاہیں اور تعلیمی وثقافتی ادارے محفوظ رہے، ایسے میں ہمارے ملک کے بلاتفریق مذہب وملت چند برگزیدہ اشخاص آگے بڑھے اور استعمار اور غلامی کو چیلنج کیا۔ اور بے شمار رفاہی ومالی قربانیاں پیش کیں اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ یہ جدوجہد قومی تحریک میں تبدیل ہوگئی تا آنکہ وطن عزیز آزاد ہوگیا۔ آج تاریخ سے سبق سیکھنے اور نعمت آزادی کی حفاظت کے لیے چوکنا رہنے اور ملک ووطن کے تئیں اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہنے کی ضرورت ہے۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کے امیر مولانا عبدالستار سلفی صاحب نے اپنے خطاب میں جدوجہد آزادی میں علماء اہل حدیث کے روشن کارناموں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ جدوجہد آزادی میں علمائے اہل حدیث خصوصا صادقان صادق پور کا سب سے بڑا حصہ ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے میڈیا کوآرڈینیٹر ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یوم آزادی منانے کا حق ہمیں سب سے زیادہ پہنچتا ہے کیوں کہ ہم نے ہی استعمار کے خلاف جدوجہد کی ابتدا کی تھی اور وطن کی آزادی کے لیے سب سے بڑی تعداد میں تختہ دار پر چڑھے تھے۔ جان ومال اور املاک گنوائی تھیں اور پا بجولاں عبور دریائے شور کرائے گئے تھے۔ ہم نے ہی انگریزوں کے خلاف سب سے پہلے جدوجہد کا بگل بجایا تھا۔ پھر بلاتفریق مذہب لوگ ساتھ آتے گئے اور زندانیوں اور استخلاص وطن کے جیالوں کا قافلہ بنتا گیا۔

اس موقع پر پرچم کشائی کے بعد دیش گان جن من گن اور قومی ترانہ سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا گایا گیا اور حاضرین کے مابین شیرینی تقسیم کی گئی۔ اس تقریب میں المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے موقر اساتذہ، عزیز طلبہ اور کارکنان کے علاوہ دیگر اہم شخصیات بھی موجود تھیں جن میں مولانا مفتی جمیل احمد مدنی استاذ المعہد العالی، جناب ایاز تقی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے ذمہ داران کا دو روزہ دعوتی و تنظیمی دورہ مہاراشٹر بحسن و خوبی اختتام پذیر:

اس تاریخی دورے کا آغاز ۱۱/اگست ۲۰۲۳ء بروز جمعہ کو ہوا، جب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر مولانا سرفراز احمد اثری حفظہ اللہ، اور ناظم مالیات جناب حنیف انعامدار صاحب ناگپور تشریف لائے۔ مولانا سرفراز احمد اثری صاحب نے شہر ناگپور کی مشہور و معروف مسجد اہل حدیث مومن پورہ میں صالح میں اولاد کی اہمیت پر ایمان افروز خطبہ جمعہ دیا۔ بعد صلاۃ جمعہ قائم مقام امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر عالی جناب وکیل پرویز صاحب سے جماعتی و تنظیمی امور پر تبادلہ خیال ہوا، بعد ازاں مولانا سرفراز احمد اثری صاحب، جناب حنیف انعامدار صاحب جناب عظمت اللہ صاحب اور جناب مجیب خان صاحب پر مشتمل یہ قافلہ شہر بھنڈار، پہنچا جہاں پر جناب پرویز صاحب، جناب مبین بھائی، ظہراللہ بھائی، و دیگر ذمہ داران سے ملاقات ہوئی و جماعتی و تنظیمی امور پر تبادلہ خیال ہوا الحمد للہ۔

اس کے بعد یہ قافلہ شہر تیھروڑا ضلع گوندیا پہنچا جہاں پر جماعت کی ایک کثیر تعداد نے مسجد اہل حدیث، تیھروڑا، میں قافلے کا پرتپاک استقبال کیا، اس موقع پر جناب محمد طارق، امیر مقامی جمعیت اہل حدیث تیھروڑا، جناب ساجد خان، جناب عمران خان، جنید شیخ، وسیم خان، جاوید خان، فاضل خان، ساحل شیخ، ریاض الدین، محمد انس، صاحبان وغیرہ موجود تھے۔ بعدہ مولانا سرفراز احمد اثری حفظہ اللہ نے تقوی اختیار کرنے کی تلقین کی اسی کے ساتھ یہ قافلہ گوندیا کے لئے روانہ ہوگیا۔ مغرب کی نماز مسجد اہل حدیث، رام نگر، گوندیا میں ادا کرنے کے فورا بعد اسی مسجد میں پروگرام کا آغاز امام مسجد کی تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا، اور نظامت کے فرائض شیخ عظمت اللہ صاحب اور صدارت کے فرائض حنیف انعامدار صاحب نے انجام دیے۔

شیخ سرفراز احمد اثری، ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر نے نوجوانوں کو کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی نصیحت کی، اور گمراہ افکار و نظریات کے پروپیگنڈوں سے دور رہنے کی تلقین کی۔ خطاب کے بعد ذمہ داران جمعیت اہل حدیث گوندیا سے ملاقات ہوئی اور جماعتی و تنظیمی امور پر تبادلہ خیال ہوا، ذمہ داران ضلعی جمعیت نے صوبائی جمعیت کے کاموں کو سراہا، الحمد للہ کثیر تعداد میں مرد و خواتین نے شرکت کر کے پروگرام کو کامیاب بنایا۔ پروگرام کے اختتام کے بعد تقریبا رات کے دس بجے یہ قافلہ عاقل احمد صاحب کے گھر پہنچا اور آپ کی والدہ کے انتقال پر اظہار تعزیت پیش کی، اور رات ۱۱ بجے ناگپور روانہ ہوگیا۔

دوسرے روز مولانا سرفراز احمد اثری صاحب، حنیف انعامدار صاحب، انجینئر عظمت اللہ صاحب، اور عبدالستار مواڑ والے پر مشتمل یہ صوبائی قافلہ ناگپور سے زرگھیڑ روانہ ہوا جہاں احباب جماعت مولانا انصار خان، جناب عبدالجبار قاضی، جناب عبد المجیب سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد یہ جماعتی قافلہ سندور جنا گھاٹ، ضلع امراوتی پہنچا جہاں پر پہلے ہی سے احباب جماعت استقبال کے لئے تیار تھے۔ اس موقع پر جناب ماسٹر مجیب خان، افسر شیخ، ماسٹر مشتاق، جناب قدیر شیخ ممبر صاحب، امام مسجد و دیگر احباب جماعت سے بہت سارے اہم امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ بعد صلاۃ مغرب شیخ سرفراز احمد اثری صاحب نے الدین النصیحہ کے عنوان پر نہایت ہی عمدہ خطاب کیا۔ جمعیت اہل حدیث سندور جنا گھاٹ کے ذمہ داران و وابستگان کی کثیر تعداد نے شرکت فرما کر پروگرام کو کامیاب بنایا۔

پروگرام کے اختتام ہوتے ہی یہ قافلہ صلاۃ عشاء کے لئے شہر بروڈ مسجد صالحین پہنچا اور بعد صلاۃ عشاء پروگرام کا آغاز امام مسجد کی تلاوت قرآن سے ہوا اور صدارت جناب حبیب بھائی نے کی، اور شیخ عظمت اللہ صاحب نے دو دن کے دورے کی مکمل تفصیلات بیان کی، شیخ سرفراز احمد اثری حفظہ اللہ نے 'اولاد ایک عظیم نعمت' کے عنوان پر بہترین خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ جس کو اولاد عطا کرتا ہے وہ اولاد کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو اولاد نہیں ہوتی وہ در در کی خاک چھانتے ہیں اور شرک و کفر تک کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ انسان کو چاہیے کہ ہر حال میں اللہ کی عبادت کرے اور اسی کا شکر ادا کرے، آخر میں امام مسجد نے کلمات تشکر کے ساتھ اجلاس کے اختتام کا اعلان کیا اس طرح یہ پروگرام بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ اس طرح یہ دو روزہ دعوتی و تنظیمی دورہ بحسن وخوبی اختتام کو پہنچا۔ (ہیڈ آفیس اورنگ آباد صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر)

ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول بہار کا ایک روزہ اجلاس عام اختتام پذیر: ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول کے زیر اہتمام یک روزہ دعوتی واصلاحی عظیم الشان اجلاس عام بعنوان ''رد فتنۂ شکیلیت'' کا انعقاد زیر صدارت فضیلۃ الشیخ اکرام الحق مفتاحی امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول بمقام دارالعلوم سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح شنکر پور، بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوا۔ اور اس موقع پر جمعیت کے مجلّہ کا اجراء عمل میں آیا۔ اس پروگرام میں ممتاز علماء شریک ہوئے اور متعدد اہم موضوعات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل خطاب

فرمایا خصوصاً جامعہ اسلامیہ ریاض العلوم شنکر پور سپول کے تفسیر وحدیث کے استاذ شیخ منصور عالم سلفی نے علاقہ میں پھیلے ''باطل فرقوں کے عقائد وافکار اسلامی عقیدے کے تناظر میں'' کے موضوع پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل خطاب فرمایا اور لوگوں سے اپنے نونہالوں کو دینی وبنیادی تعلیم سے مزین کرنے کی اپیل کی انھوں نے فرمایا کہ باطل عقائد کے پیروکار ایسے لوگوں کو نشانہ بناتے ہیں جن کے قلوب واذہان دین کے بنیادی عقائد سے خالی ہوتے ہیں۔اس اجلاس سے شیخ کمال الدین سنابلی نے خطاب فرمایا اور بہت ہی قیمتی باتوں سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔اس پروگرام کے روح رواں اور ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول شیخ محمد داود اسلامی/ حفظہ اللہ نے ''مسیح موعود شکیلیت کے تناظر میں'' کے عنوان پر مدلل خطاب فرمایا اور اس نئے فتنہ کی سنگینی سے عوام کو خوب خوب آگاہ فرمایا۔ڈاکٹر امان اللہ المدنی حفظہ اللہ نے عقیدہ ختم نبوت کے عنوان پر خالص قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل خطاب فرمایا۔

اس پروگرام سے دیگر علمائے کرام نے بھی خطاب فرمایا جن میں شیخ قمرالہدی اسلامی، شیخ سیف الدین ندوی، شیخ قسیم الدین سلفی، شیخ عبدالعزیز عمری، شیخ عبدالتواب ندوی، شیخ کعبۃ اللہ سلفی وغیرہ کے نام شامل ہیں۔واضح رہے کہ اس موقع پر ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول میں ۲۰۲۲ء میں ''امن عالم'' کے عنوان سے جو کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس کے مضامین کو کتابی شکل دے کر اس کا رسم اجراء کیا گیا اور لوگوں میں تقسیم کی گئی۔شیخ عبداللہ اسحٰق ندوی حفظہ اللہ نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں جو سعی کی اللہ تعالی اس کو شرف قبولیت بخشے۔(فاروق اعظم ندوی)

دعائے صحت کی اپیل

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نائب امیر اور ہندوستان کی قدیم ترین دینی دانشگاہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ،لہیریا سرائے، دربھنگہ بہار کے ناظم اعلی، معروف عالم دین ومعالج اور صاحب قلم ڈاکٹر سید عبدالعزیز سلفی صاحب ان دنوں شدید علیل ہیں اور کافی نقاہت بڑھ گئی ہے۔احباب جماعت وافراد ملت سے ڈاکٹر صاحب کے لیے دعائے صحت کی پرخلوص اپیل ہے۔اللہ تعالی انہیں صحت کاملہ وعاجلہ عطافرمائے۔لاباس طہور ان شاء الله. اللهم اذهب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفائك شفاء لايغادر سقما. اسال الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيه. آمین

(اپیل کنندہ ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران)

(بقیہ صفحہ ۲۹ کا)

ہمارے سائنسدانوں نے ستاروں پر کمندیں ڈال دیں

دہلی، ۲۲/اگست ۲۰۲۳ء

چندریان-۳ کی چاند پر کامیاب لینڈنگ کے یادگار موقعہ پر اس مشن میں کام کررہے سائنسدانوں کے علاوہ حکومت اور پوری ہندوستانی قوم کو میں تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس پر اپنی مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہوئے یہی کہوں گا کہ ملک جس تیزی سے خلائی سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں ترقیاتی پیش قدمی کررہا ہے اور ہمارے سائنسدانوں نے ستاروں پر کمندیں ڈال دی ہیں، وہ ہم سب کے لیے سرمایۂ افتخار ہی نہیں کامیابی کی ایک نوید بھی ہے جو ہر میدان میں کامیابی کے جھنڈے گاڑنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اپنی ایک پریس ریلیز میں کیا۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ یہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ہمارے سائنسدانوں نے اپنی انتھک، مخلصانہ اور پیہم کوششوں سے چاند پر کمندیں ڈال دیں۔ ہم سب کا بھی فریضہ بنتا ہے کہ ہم قومی وملی اور انفرادی زندگی میں بھی محنت، قربانی، لگن اور اخلاص کے ذریعہ اوج کمال تک پہنچیں اور ترقی کریں۔بلاشبہ ہمیں اس میں بیش از بیش ترقی کے ساتھ ہی ساتھ قوم وملک کے لیے ہر میدان میں ترقی کے راستے ہموار کرنے کی ضرورت ہے۔یہ ترقی کی منازل انسانیت کی فلاح وبہبود کی خاطر طے کی جارہی ہیں جن کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ ہی ساتھ باہمی اخوت وبھائی چارگی، امن وشانتی، قومی یکجہتی فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور انسانی ہمدردی کو فروغ دینے کا مشن بھی جاری رکھیں اور انسانیت کا بھولا ہوا سبق پھر یاد کریں اور اس کی اہمیت کو سمجھیں تبھی ملک ترقی کرے گا اور صحیح معنوں میں ہم ایک ترقی یافتہ قوم کہلانے کے حقدار ہوسکیں گے۔

مکتبہ ترجمان کی باوقار پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ
☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت
☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net